جلد 18 شمارہ 6 ماہ جون 2016ء رمضان المبارک 1437ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ
بانی مجلّہ فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❁❁❁ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
نعت رسول مقبول ﷺ		1
علم باطن	خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ	2
نقوش مہر ووفا	سید رحمت اللہ شاہ	5
قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے خطوط	سردار غلام قادر	11
مجسم خلوص ومحبت، محمد مرتضیٰ توحیدیؒ	پیر خان توحیدی	15
روزہ اور قرآن	عزیز عارف توحیدی	18
رمضان المبارک کی فضیلت	فہد محمود بخاری	25
آفاتِ روزہ اوران کا علاج	مولانا امین احسن اصلاحیؒ	29
فتح مکہ کا عظیم واقعہ	پیر خان توحیدی	35
روزہ کی اہمیت	حافظ محمد یٰسین	42
اسلامی تہذیب کا ارتقاء	ڈاکٹر شمس الحق	46
توحید، صراطِ مستقیم اور قرآن	مولوی محمد نذیر	49
منظم رہیے	اینقہ شکیل	54
گناہ کے مذموم اثرات	امام ابن قیم الجوزیؒ	58

نعت رسولِ مقبول ﷺ

میں لب کشا نہیں ہوں ، اور محوِ التجاء ہوں
میں محفلِ حرم کے آداب جانتا ہوں

کوئی تو آنکھ والا گزرے گا اس طرف سے
طیبہ کے راستے میں ، میں منتظر کھڑا ہوں

یہ روشنی سی کیا ہے ، خوشبو کہاں سے آئی
شاید میں چلتے چلتے روضے تک آ گیا ہوں

طیبہ کے سب بھکاری پہچانتے ہیں مجھ کو
مجھ کو خبر نہیں تھی میں اس قدر بڑا ہوں

دوری و حاضری میں اِک بات مشترک ہے
کچھ خواب دیکھتا تھا ، کچھ خواب دیکھتا ہوں

اقبال مجھ کو اب بھی محسوس ہو رہا ہے
کہ روضے کے سامنے ہوں، اور نعت پڑھ رہا ہوں

علم باطن

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

علم باطن یا علم سریات ان چیزوں اور طاقتوں کا علم ہے جو حواس ظاہر سے معلوم و محقق نہیں ہو سکتیں۔ ان میں وہ چیزیں خاص طور پر شامل ہیں جن پر بن دیکھے ایمان لانا آسمانی مذاہب کی اساس و بنیاد ہے۔ مثلاً خدا، فرشتے، آسمانی کتابیں، رسول، قیامت، حقیقت خیر و شر، حیات بعد الموت اور جنت دوزخ وغیرہ۔

اس علم سے خدا پر ایمان اور دوسری زندگی میں جزا و سزائے اعمال پر یقین اس قدر مستحکم ہو جاتا ہے کہ بال برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ لہٰذا ایسے آدمی سے دنیوی زندگی میں کوئی گناہ یا لغزش نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ صراط مستقیم پر چلتا رہتا ہے۔ یقین تین طرح کا ہوتا ہے:

1- علم الیقین 2- عین الیقین 3- حق الیقین

علم الیقین وہ یقین ہے جو معتبر اور متواتر خبروں یا شہادتوں سے حاصل ہو۔ جیسے کہ خدا، قیامت اور حیات بعد الموت کا یقین جو پیغمبروں جیسے سچے اور معتبر گواہوں کے بیان سے پیدا ہوتا ہے۔

عین الیقین وہ ہے جو کسی چیز کو خود آنکھوں سے دیکھ کر حاصل ہو لیکن اس میں بھی یہ ہوتا ہے کہ انسان کو ایک چیز نظر آتی ہے لیکن وہ اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔

حق الیقین یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو جانتا اور دیکھتا ہے ان کی حقیقت سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ حق الیقین کے معنی ہیں "حق یا حقیقت کا یقین"۔ آپ جانتے ہیں کہ جو لوگ کسی دنیوی علم میں کمال حاصل کر لیتے ہیں مثلاً ڈاکٹر، فلاسفر اور سائنسدان وہ کس قدر دانشور اور عظیم المرتبت ہوتے ہیں۔ بس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ جو نفوس قدسی علم باطن میں کمال حاصل کر لیں ان کے مرتبے کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

اسی باطنی علم میں کشف الغیوب بھی ہے۔ان بزرگوں کو یہ بھی بدرجہ اولیٰ میسر ہوتا ہے۔ وہ کسی آدمی کا گزشتہ یا آئندہ حال معلوم کرنا چاہیں تو سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ باتیں بھی جو خود اس آدمی کو بھی یاد نہیں رہیں۔قرآن میں ہے کہ ''ایک ذرّہ برابر خیر و شر بھی جو تم کرتے ہو لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت کے دن تمہارے سب اقوال و اعمال تم کو دکھائے جائیں گے''۔ کچھ مدت پہلے عوام کو اس بات کا یقین نہیں آتا تھا لیکن سائنس کی تحقیق ہے کہ دنیا میں ایک مرتبہ جو حرکت یا آواز پیدا ہوتی ہے، وہ ایتھر میں محفوظ ہو جاتی ہے کبھی بھی فنا نہیں ہوگی۔اس سے قرآن کی صداقت کا اندازہ کر لیجئے۔ہاں تو ان کاملین تصوف کو وہ بصیرت و بصارت مل جاتی ہے کہ جس آدمی یا جس واقعہ کا گزشتہ حال معلوم کرنا چاہیں تو اس کا یہ ایتھری ریکارڈ دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ سائنس ابھی تک یہ دریافت نہیں کر سکی کہ جو واقعات آئندہ پیش آنے والے ہیں وہ کہاں سے آتے ہیں اور ان کا ماخذ کیا ہے۔لیکن ایک صوفی کامل کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔اس کو خود اپنی تقدیر کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اس پر فلاں فلاں مصیبتیں آئیں گی اور فلاں فلاں نعمتیں ملیں گی۔لیکن وہ نہ مصیبتوں سے پریشان ہوتا ہے، نہ نعمتوں پر فخر و غرور کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ کی مرضی ہی یوں ہے۔یہ سب کچھ یونہی ہو کر رہے گا۔اس لئے وہ تسلیم و رضا کے مسلک پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور اللہ کے اس حکم پر پوری طرح عمل کرتا ہے کہ ''اگر تمہاری کوئی چیز تم سے چلی جائے تو اس کا افسوس نہ کرو۔اور اگر تم کو کچھ (نعمت) مل جائے تو اس پر نازمت کرو۔'' اس طرح اس کو استغنائے کامل حاصل ہو جاتا ہے اور دائمی اطمینان قلب کی وہ دولت میسر آ جاتی ہے جو دنیا کے کسی علم سے بھی بدرجہ کمال میسر نہیں آ سکتی۔

آپ شاید خیال کریں کہ جب ایک صوفی کامل آئندہ کا حال معلوم کر لیتا ہے تو وہ آنے والی مصیبتوں کا قبل از وقت مداوا بھی کر لیتا ہوگا۔یہ خیال غلط ہے اگر وہ کبھی ایسی کوشش کرتا بھی ہے تو اپنے آپ کو مجبور محض اور عاجز پاتا ہے اور خدا کی قدرت و عظمت کا اور بھی زیادہ معترف ہو جاتا ہے۔وہ تقدیر کو خود نہیں بدل سکتا ہاں اس کے بدلنے کی دعا کر سکتا ہے اور اللہ اس کی خاطر کبھی کبھی تقدیریں بدل بھی دیتا ہے۔

دراصل کشف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولیائے کرام کو تمام کائنات کے ذرے ذرے کا حال ہر وقت معلوم رہتا ہے۔جیسا کہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں۔نہیں ہرگز نہیں۔کشف میں تو صرف وہی حال معلوم ہوتا ہے جو کوئی بزرگ جاننا چاہے یا خود اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے اس کو بتانا چاہے باقی باتوں کے متعلق تو وہ بھی ایسے ہی اندھیرے میں رہتا ہے جیسے کہ عام آدمی۔

الغرض! یہ ہیں علم باطن کی برکتیں اور ان کا اثر جو ایک صوفی کی زندگی پر پڑتا ہے اور جو اس کو دوسرے عوام وخواص سے ممتاز و افضل بنا دیتا ہے۔

فرمودات خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

خدمت خلق ہی سب سے بڑی نیکی،عبادت اور سراسر ''تعمیر ملت'' ہے۔

اس لیے اپنے مقدور استطاعت کے مطابق ہمیشہ خدمت خلق کرتے رہو۔یاد رکھو تمام قوم میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہو گا تو بہت سے آدمی تمہاری بھی خدمت کریں گے اور تم کو مدد دیں گے۔عوام کے لئے خدمت خلق کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بڑا درجہ رکھتی ہیں،مثلاً کسی کو پانی پلا دینا،راستہ بتا دینا،بوجھ اٹھا دینا،راستہ سے پتھر یا کانٹے دور کر دینا معمولی باتیں نہیں ہیں۔ان سے بڑے دوررس نتائج نکلتے ہیں۔خواص اور صاحب استطاعت حضرات خدمت خلق کے ذریعہ ملک وقوم کو بے حد طاقتور بنا سکتے اور ترقی کے چرخ چہارم پر پہنچا سکتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔لیکن خواص کی خدمات سے ملک وقوم کو فائدہ صرف اسی حالت میں پہنچ سکتا ہے جب کہ یہ خدمات خلوص کے ساتھ قومی بہبود کے لئے ہوں،ذاتی اعزاز و افتخار کے لئے نہ ہوں۔ہماری بدنصیبی کہ ہمارے اکثر زعماء اور امراء میں خلوص کا مادہ بالکل نہیں ہے۔

(اقتباس از تعمیر ملت)

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ جو موجودہ صورتحال ہے پوری دنیا کے اندر جہاں جہاں مسلمان بے بسی اور محکومیت کا شکار ہیں ان میں بہت سے ممالک شامل ہیں، ان کے مسلمان جو Resistance کر رہے ہیں یا اپنا دفاع کر رہے ہیں وہ تو چلیں جہاد کے حوالے سے اس کو نام دیا جا سکتا ہے لیکن پاکستان کے اندر جو لوگ کام کر رہے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ باہر جوان کا بندہ مارا جاتا ہے تو وہ شہادت کا درجہ بھی پاتا ہے۔ ان کی یہاں غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

باباجانؒ فرمانے لگے: قرآن کریم میں بھی ہے کہ

وَمَا لَكُم لَا تُقٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالمُستَضعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالوِلدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اَخرِجنَا مِن هٰذِهِ القَريَةِ الظَّالِمِ اَهلُهَا وَاجعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَّاجعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۔ (سورۃ النساء ۴۔ آیت ۷۵)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جہاد کیلئے نہیں نکلتے اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار عطا فرما۔''

جہاد محدود تو نہیں ہے کسی خاص خطے کیلئے لیکن اس کی کچھ بنیادی شرائط بھی ہیں۔ جہاد جو ہے وہ امیر المومنین کے تحت ہوگا۔ ایک جماعت ہو اور اس کا امیر ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ کھڑے ہو گئے کہ یہ میرا جہاد ہے۔

بابا جانؒ سے کہا گیا کہ فرعون کے زمانے میں تو امیر المومنین کوئی نہیں تھا۔ایک حضرت موسیٰؑ تھے، انہوں نے اکیلے ہی جہاد کیا۔اگر امیر المومنین نہیں ہیں جیسے آج کے دور میں تو پھر کس کو امیر المؤمنین بنایا جائے گا؟ ہر طرف جو غاصب قسم کے لوگ ہیں، ان کی حکومتیں ہیں۔ وہ نظام چلا رہے ہیں۔

بابا جانؒ نے فرمایا: پہلے پھر اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے کہ پہلے امیر المومنین بنائے جائیں۔پہلے ایک جماعت بنے پھر اس کے امیر ہوں۔پہلے اس جماعت پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔چلو یہ حکمران بھی ہوں، ان کے تحت بھی جنگ لڑی جائے۔یہ ضیاء دور میں ہوا، بڑے لوگ تھے جنہوں نے جہاد کیا۔یہ کچھ آپ پر بھی ہے کہ ووٹ صحیح لوگوں کو دیں۔آپ اس پر کوشش کریں۔عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جو تھے وہ کہتے تھے کہ میری تعلیم جو ہے کچھ ریت میں گزر گئی ہے کچھ جیل میں گزر گئی ہے۔تقریریں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سنتے ہیں اور ووٹ ان (دوسروں) کو دیتے ہیں۔اب یہ جماعت اسلامی بھی کہتی ہے کہ ووٹ ہمیں نہیں ملتے۔اب وہ جماعت تو پہلے بنانی پڑے گی، کیوں نہ پہلے اس کو ٹھیک کیا جائے۔ہمارے بابا جی انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ جیسے ہم اُس معیار کے مومن نہیں رہے، یہ کافر بھی اس معیار کے نہیں رہے۔بابا جیؒ کہتے تھے کہ اب بھی وہ ڈرتے ہیں۔ہندوستان سے کہو کہ ہمارے ساتھ بیٹھ کے فیصلہ کرے۔دیکھو ہم سات دن میں پاکستانی اس (ہندوستان) کا Walk over کر دیں گے۔چھ گنا فوجیں رکھ کے بھی وہ ہم سے ڈرتا ہے۔اب بھی وہ ڈرتا ہے، اب بھی وہ تر کیبیں لڑائے گا۔مسلمانوں کے ساتھ ٹکر لینے سے وہ اب بھی ڈرے گا۔پچھلے دنوں وہ ہندوستان کا کیس چل رہا تھا تو حمید گل نے اخبار میں آ کر کہا کہ ہندوستان کو بڑی خواہش ہے کہ میں اکھنڈ بھارت بنا لوں، پاکستان کو ہڑپ کر جاؤں، قبضے میں لے لوں۔بڑی اس کو خواہش ہے۔اس (حمید گل) نے کہا کہ ابھی آ جاؤ۔میرا خیال ہے اچھا موقع ہے، بہانہ بنا ہوا ہے، تم آ ہی جاؤ۔میرے جیسے کوئی ڈیڑھ لاکھ

فوجی ہیں، میں نے خود بھی ورزش شروع کر دی ہے،ان (فوجیوں) کو بھی کہہ دیا ہے کہ وہ بھی ورزش شروع کر دیں،ہندوستان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے ہیں۔اپنی چاہ اتار ہی لو۔آجاؤ،بڑی خواہش ہے تمہاری۔اس (حمید گل) نے کہا کہ اس (ہندوستان) کی ماں بھی مر جائے گی ،ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ کر کے بھی نہیں دیکھ سکتا وہ (ہندوستان)۔ہم نے جو کچھ سٹور میں اسلحہ بنا کر رکھا ہوا ہے،وہ ہماری قوم کو بھی نہیں پتا،ہندوستان کو پتا ہے۔وہ شور مچاتا رہے گا،خواہشیں کرتا رہے گا، مگر ہماری طرف آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اتنا انتظام دیا ہے، ہم نے ایٹمی پروگرام تیار کیا ہے،اس کا بارود تیار کر رکھا ہے۔

اسی طرح پچھلے دنوں ثمر مبارک مند کا بھی کسی ٹی وی پر انٹرویو چل رہا تھا،اس سے میزائلوں کی بات چل رہی تھی کہ سنا ہے ہماری میزائل ٹیکنالوجی بڑی اچھی ہیں۔اس (ثمر مبارک مند) نے کہا کہ ہاں جی! بڑی اچھی ہیں۔اس سے پوچھا گیا کہ ہندوستان سے اور دوسرے کئی ملکوں سے سنا ہے کہ ہمارا معیار بڑا اچھا ہے۔اس (ثمر مبارک) نے کہا کہ ہاں جی ،اچھا ہے،ہم بعد میں جو آئے ۔ہماری ٹیکنالوجی Latest ہے۔جنہوں نے بعد میں لگائی ،انہوں نے ساری چیزیں Latest ہی لگائی ہیں۔ہماری ٹیکنالوجی بہتر ہے۔جو گیارہ سو (۱۱۰۰) کلومیٹر والا میزائل ہے،اس کا جو Error ہے وہ ایک میٹر کا ہے۔یہ نہیں ہے کہ یہاں گراؤ اور وہ دس میل دور جا گرے۔اِدھر ٹارگٹ ہے تو وہ میزائل ایک میٹر اِدھر اُدھر ہو سکتا ہے۔اس (ثمر مبارک مند) نے کہا کہ اگر ہم چاہیں گے کہ ہمارے میزائل ہندوستان کی فلاں بلڈنگ کی فلاں کھڑکی سے داخل ہوں تو وہ اسی کھڑکی سے داخل ہونگے۔اب ایک Scientist جو ہے،وہ ٹی وی پر بیٹھ کر اس طرح کا بیان دے تو ہندوستان کے تو اچھے اچھوں کی ہوا خارج ہو جائے گی۔وہ (سائنسدان) ایسے ہی Irresponsible بیان نہیں دے رہا۔ٹھیک کہہ رہا ہے۔ہماری Accuracy ایسی ہے کہ اسی کھڑکی سے داخل ہوگا۔یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہماری نالائقی کے باوجود بھی کچھ

ڈیپارٹمنٹ ٹھیک کام کر رہے ہیں۔میزائیل بنائی تو سب سے اچھی بنائی۔اگر ٹینک بنائے، جہاز بنائے تو وہ باہر نمائش میں Successful ہیں۔ ٹینک بنائے الخالد، الضرار۔ یہ سب کامیاب ہیں۔انڈیا تک ان ٹینکوں سے خائف ہیں۔اللہ کے کچھ نیک بندے کام کر رہے ہیں،بڑا اچھا کام ہے۔

(مہمان نے کہا کہ) یہ ضروری ہے کہ جہادی مشن کیلئے اگر کوئی مسلمان ملک ہے، حکومت بھی مسلمانوں کی ہے، پھر وہ Announce کرے کہ جہاد واجب ہے، سب جہاد کرو یا اس کے علاوہ بھی کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟

بابا جانؒ نے فرمایا: طریقہ کار تو یہی ہے، اب ہماری Organization بھی اس طرح سے نہیں رہی ہے۔ایک ہی کمانڈ ہو مدینہ منورہ میں یا مکہ میں، سارے اسلامی ممالک جو سب الگ بنے ہوئے ہیں وہ ایک ہی کمانڈ کے تحت چل رہے ہوں، اب وہ ایسا نہیں رہا۔اب ہم اسلامی ملک بھی علیحدہ علیحدہ ہیں، ان کی Policy بھی الگ ہے۔یہ سب Different ہوں گی جہاد کیلئے ضروری ہے کہ ان کو بھی Organize کیا جائے جیسے انہوں نے NATO بنا رکھی ہے ایسے مسلمان بھی بنا لیں۔چلو اس طرح نہ سہی کہ ایک حکومت کے تحت ہوں مگر دفاعی Pact ہی ان کا ہو جائے۔اگر ایک ملک پہ حملہ ہوا تو سب لڑیں گے۔الگ الگ حکومتیں ہیں، وہ بہت دور چلے گئے ہیں، اب واپس آنے کا ٹائم نہیں ہے۔کئی دفعہ ان کا اتحاد بنا، شام کا، لیبیا کا، عراق کا، جھنڈے اکٹھے ہوئے مگر پھر دو سال بعد ٹوٹ گئے۔مولویوں نے ہی سنبھال لیا کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھو۔ ہماری مسجد میں جمع ہو، اور میں یہاں خطیب رہوں، جو مرضی ہو جمعہ ہماری مسجد میں ہو تو اس میں بادشاہ میں رہوں، کرتا دھرتا میں رہوں، ایسے ان مسلمان ملکوں کا اتحاد ہوا مگر وہ چلا نہیں۔ ایسا کوئی Pact ہو کہ سب اپنے اپنے ملک میں رہیں اور دفاعی Pact ہو جائے، مل کر انڈسٹری بنائیں۔فرض کریں جہاز بنایا تو سارے پیسہ اس کو دیں، بڑی ترقی کریں کہ ہم بھی

اسے اکٹھا استعمال کریں گے۔

(مہمان نے کہا کہ) جماعت الدعوۃ نے ایک جو جہادی مشن دیا ہے کیا وہ درست ہے؟

بابا جانؒ نے فرمایا: جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو وہ Basic جو ہوتی ہے وہ تو ٹھیک ہوتی ہے لیکن جب Practical implement کریں تو ہوسکتا ہے کہ وہ ٹھیک نہ ہو۔ (بابا جانؒ اس گفتگو کے وقت اپنے سالانہ دورہ حلقہ شجاع آباد میں تھے، کسی کا فون آیا، بات چیت میں فون کی وجہ سے کچھ تسلسل ٹوٹا۔فون کے بعد فرمانے لگے کہ) اب اگر پاکستان ہی اسلامی ملک ہے اور یہ صحیح ہے تو پھر یہ اندر دوسری تنظیمیں کیوں بننے دے؟ پاکستان نے پہلے بھی جنگ لڑی ہے، اب پرائیویٹ تنظیمیں کیوں اس کام کیلئے بنائی جائیں کہ وہ اسلحہ لے کر چلیں، جہاں چاہیں Charge sheet بنا کے چلے جائیں کہ آپ نے یہ کیوں کیا ہے؟

(مہمان نے کہا کہ) اگر اسی کو دیکھا جائے کہ جو امریکہ اور غیر مسلم لوگ ہیں، حکومت ان کے ماتحت چل رہی ہو، ان کے اشارے پر چل رہی ہو۔۔۔

قبلہ بابا جانؒ نے فرمایا کہ یہاں ان (حکمرانوں) کی اپنی کمزوریاں ہیں۔ یہ ان (غیر مسلم اقوام) سے قرض لیتے ہیں۔ یہ قرض ان کی شرائط پر لیتے ہیں۔ ہزاروں عقیدے ہیں جو ان (غیر مسلم اقوام) کی طرف منسوب ہیں۔ وہ ان سے واقف ہیں۔ وہ قرض انہیں اپنی شرائط پر دیتے ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں، یہ ہمارے کتنے مخلص ہیں۔ مولوی ممبروں پر کھڑے ہو کے روز دعا کرتے ہیں کہ اللہ برباد کردے اسرائیل کو، برباد کردے امریکہ کو، ان کو تباہ کردے سارے (مولوی حضرات) خلاف دعا مانگتے ہیں لیکن انہوں نے (غیر مسلموں نے) بے بس کیا ہوا ہے، ہمیں سر اُٹھانے نہیں دیتے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی وہ ہمیں قرض دیتے رہتے ہیں۔ ان کی اپنی ضروریات ہیں، ہماری اپنی ضروریات ہیں۔ یہ مسئلہ جو ہے وہ اپنی جگہ۔ ابھی ہم اس Level پر نہیں ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے جو دس سال میں ایک Level پر پہنچایا مدنی دور

میں ۔ان (مسلمانوں) میں ایک قوت پیدا کی ،ان کو اکٹھا کیا۔اس وقت Strike کیا جب فتح In hand تھی ۔ جب معلوم تھا کہ فتح ہماری ہے، اس وقت Strike کیا ۔ یہ نہیں کیا کہ مسلمان ٹکر مار کے مر جائیں ۔اگر مرنے کا نام شہادت ہوتا تو سب سے اچھا موقع بدر کا تھا۔ اِدھر تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے، اُدھر ایک ہزار تھے۔ طاقت میں بھی وہ زیادہ تھے ۔اسلحہ بھی ان کے پاس زیادہ تھا۔ یہاں وہ شہادت نہیں ہے ۔حضورﷺ نے کہا کہ یہ تین سو تیرہ (۳۱۳) جو ہیں، یہی میرے ساتھ ہیں ۔ یہ اگر آج نہ رہے تو تیرا نام قیامت تک کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔ ان (رسول اللہﷺ) کو پتا ہے کہ یہاں مر سکتے ہیں، شہادت نہیں مانگی یہاں پر ۔ یہ شہادت نہیں ہے اور نہ وہ شہادت ہے ۔بس اس راستے پر آ جائیں یہ شہادت ہے ۔ یہ شہادت نہیں ہے کہ آپ اس راستے پر مرنا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ کے دین کو نافذ کرنے والی بات ہے ۔مرنے والی بات نہیں ہے۔اگر اس راستے میں Death ہوگئی تو وہ اور بات ہے مگر شہادت مرنے والی بات نہیں ہے۔ وہ حکومت بنائی جائے جو اس طرز پر ہو۔ان انگریزوں نے کوئی ڈیڑھ دو سو سال ہم پر حکمرانی کی ہے ۔سارے ہمارے ذرائع استعمال کیے ہیں ۔ان (انگریزوں) کو بھی دیکھ لیں ۔اب کون لُوٹ رہا ہے؟ گورے تو چلے گئے، اب کون لُوٹ رہا ہے؟ گورا کیا لُوٹ کے لے گیا ہے؟ Biggest network آپ کو ریلوں کا بنا کے دے گیا ہے۔Biggest network آپ کو نہروں کا بنا کے دے گیا ہے۔Post offices اور یہ کتنا کچھ انہوں نے بنایا ہے۔اب تو یہ سب کچھ آپ کو دے دیا ہے کہ آ جاؤ اب تم کرلو۔اتنا اچھا نظام تھا اُن کا۔عدل و انصاف سے کیا۔اب بھی باباجیؒ (بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) انہیں یاد کرتے تھے۔ بڑا Organize کرنا پڑتا ہے۔قوم کو اس Level پر لایا جائے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 16.04.1997

آپ کا ساقی نامہ ملا۔ الحمد للہ آپ کو پینے پلانے اور میخانے کا پتہ چل گیا ہے۔ بڑے بڑے زاہد خشک جانتے ہی نہیں کہ حکایت ساغر و مینا کیا ہے! چند دن پہلے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔ **اللہ تعالیٰ** مرحوم کو اپنا قرب عطا فرمائے۔ ایک مرتبہ وہ بانیٔ سلسلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری موجودگی میں یہ سوال کیا کہ اسلامی اَدب میں جو شراب، نگاہِ ساقی اَور پینے پلانے کا جو تذکرہ آتا ہے، میں اسے نہیں سمجھ سکا کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ قبلہ حضورؒ نے فرمایا کہ یہ سب لوگ جو اس محفل میں بیٹھے ہیں یہ سب اس سے واقف ہیں تو وہ سن کر بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی بتادیں۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ ادھر آتے رہا کرو تمہیں بھی سکھا دیں گے۔

☆...... چھوٹا سا بیج ہی ایک دن عظیم درخت بن جاتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کہتے ہیں کہ **الف اللہ چنبے دی بوٹی مُرشد مَن وِچ لائی ھُو**۔ آگے فرماتے ہیں کہ پھر اس بوٹی کو نفی اثبات کا پانی دینا پڑتا ہے۔ جب اس پر پھول کھلتے ہیں تو اس کی خوشبو نس نس میں بھر جاتی ہے۔ **لَا اِلٰہ اِلا اللّٰہ** یعنی کلمہ طیبہ کی مثال زیتون کے مبارک درخت سے دی گئی ہے، یعنی اس درخت کے پھل سے تیل نکلتا ہے اور اس تیل سے اللہ کی محبت کا وہ چراغ یا مصباح جلتا ہے، جو قلب کی قندیل کے اندر روشن ہوتا ہے، اس پورے مرحلے میں سالک ہر سانس کے ساتھ محبوب کا ذکر کرتا ہوا، ہر لحظہ نئی آن نئی شان سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مُرشد کا فیض اس کے ذوق و شوق کو بڑھاتا رہتا ہے اور راستے کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ کی محبت میں زندگی گزارتے ہوئے اللہ کی رحمت سے اپنے مقامِ محمود پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کے مقربین کیلئے بانیٔ سلسلہؒ نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کے قُرب و دیدار کی منزل اس وقت نصیب ہوتی ہے، جب قلبی

طور پر دنیا کے ساتھ سوت کے ایک دھاگے کے برابر بھی تعلق باقی نہ رہے **لاالٰہ اِلّا اللّٰہ** ۔دنیا کے تعلقات کی ڈوریوں کو کاٹنے کیلئے ہی پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ **لَا** کو تلوار کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ بھی لکھتے ہیں:

؎ کمالِ زندگی دیدارِ ذات است　　طریقش رَستن از بندِ جہات است

سمندر اور قطرے والی تو ایک حدیث شریف بھی ہے کہ اللہ کا علم دنیا کے سمندروں کی مانند ہے اگر جائیں تو انسانوں کو ملنے والے مجموعی علم کی مقدار ایک چڑیا کی چونچ میں آنے والے قطرے جتنی ہے۔لیکن اس قطرے کے اندر بھی سمندروں جیسی وسعت ہے اور اتنا علم کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا گیا۔حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے مقابلے میں کامیاب ہو گئے تھے۔شاعر اپنے انداز میں بات کہتا ہے۔سلسلہ توحیدیہ میں ہی اللہ کی محبت کا فیض مل رہا ہے۔محبت کے بیج کا پھوٹ پڑنا اور آشنائی کی لذّت حاصل ہو جانا بھی بڑی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قلب کی صلاحیت اور وسعت پر نظر رکھتے ہیں اور مرشد سے ملنے والے کرنٹ کو اس کے مطابق خود کنٹرول کرتے ہیں۔ ورنہ ہمارے ہاں تو مال بڑی بے دردی سے بانٹا جاتا ہے۔ باباجیؒ فرمایا کرتے تھے: یہاں تو ٹکے سیر بکتی ہے۔اس لئے بزرگی کی کوئی قدر نہیں ہے۔ عام لوگ بیعت ہوتے ہیں اور ذکر کرنے کے باوجود آتشِ عشق کی گرمی سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ مجھے تو آپ کی فکر لگی ہوئی تھی کیونکہ آپ کا جذب زیادہ ہو گیا تھا، جو ہمارے ہاں مطلوب نہیں ہے۔آپ کو تعلیم پر اور عملی میدان میں کافی کام کرنا ہے۔حضور ﷺ کے اصحابؓ کا رنگ بہترین ہے دنیا میں رہے لیکن استغناء اور بے نیازی کے ساتھ۔باقی انشاءاللہ پھر کبھی۔

والسّلام!

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سردار غلام قادر صاحب

مورخہ: 12.08.2002

آپ کا پریم نامہ ملا۔ پڑھ کر روح کے تاروں پر نغمۂ توحید جاری ہو گیا۔ اور محبت، محبت اور محبت کی دھنیں جاری ہو گئیں۔ محبت ہی اہلِ ایمان کا نشان ہے اور اسی کو سلسلہ توحیدیہ کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ علامہ اقبالؒ بھی یہی کہتے رہے:

محبت ہی سے پائی ہے شِفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے
محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طُور ہوتا ہے
عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں ہے بتکدۂ تصورات
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

اسی کی خاطر قبلہ حضورؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ بنایا اور ساقی نے ہر طالب کو اللہ کی محبت کا جام پلایا اور سب کو حسنِ ننگل اور محبوب حقیقی کا دیوانہ بنایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مبارک کام کو بانئ سلسلہ کی خواہشات اور توقعات کے عین مطابق آگے بڑھائیں۔

میخانہ توحید کی مَے شئے ہی عجب ہے
اِس مَے نے بندوں کو مولا سے ملایا ہے
ہر غم سے رہائی ہے، ہر خوف سے آزادی
جب سے میرے خواجہ نے مجھے جینا سکھایا ہے
ساقی کی نگاہوں نے وہ جام پلایا ہے
اللہ کے سوا دل سے ہر نقش مٹایا ہے

(ڈاکٹر)

اس سال اجتماع پر بھی میں نے ایک پیار کا گیت لکھا جو قوالوں نے خوب گایا:

دَم دَم نال یاد اوہنوں کرلے تے یار تینوں مل جائے گا
سنگ نال فقیراں دے کرلے تے یار تینوں مل جائے گا
پیار دنیا دادِل وچّوں کڈھ دے اوہدے بندیاں نوں دُکھ دینا چھڈ دے
اوہدی رضا تے راضی نامہ کرلے تے یار تینوں مل جائے گا

انشاء اللہ ہم اپنے پیارے مرشد کے پیارے میخانہ توحید کے جام کو گردش میں رکھیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیار کرنے والے بڑھتے چلے جائیں۔ اور دنیا پھر اسلام کی عظمت کا مشاہدہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو اپنی مخلوق کی اصلاح و خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین۔

والسّلام!

مجسم خلوص ومحبت، محمد مرتضٰی توحیدیؒ

(پیر خان توحیدی)

بے شک ہر ذی روح کواس دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جوجسمانی طور پر ہم سے جدا ہو جاتے ہیں لیکن روحانی طور پر ہمارے درمیان موجود رہتے ہیں۔ ان کی یادیں انہیں بھولنے نہیں دیتیں۔ ان کی آوازیں کانوں میں گونجتی رہتی ہیں اور رخ روشن آس پاس نظر آتا رہتا ہے اور دل نہیں مانتا کہ وہ ہم سے جدا ہو کر کسی اور دنیا میں جا بسے ہیں۔ ہمارے پیارے بھائی جناب محمد مرتضٰی توحیدی بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جنہیں آسانی کے ساتھ بھلایا نہیں جاسکتا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

اسی آیت کے مطابق یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر انسان نے مرنا ہے اور ظاہر ہے کہ محمد مرتضٰی صاحب بھی انسان تھے اور انہوں نے بھی ایک دن مرنا تھا دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے اورجدائی وفراق بھی ایک وقتی معاملہ ہے اپنی خصوصی رحمت سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ جن سے زندگی بھر باہمی محبت رہی ہو، دائمی زندگی میں ملا دے تو ایک عظیم نعمت ہوگی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کے دوسرے دن 16 اپریل 2016 دن کے تقریباً گیارہ بجے جبکہ توحیدی بھائیوں کے اظہار خیال کا پروگرام جاری تھا اور تمام بھائی پنڈال میں موجود تھے کسی بھائی نے بابا جان محمد یعقوب صاحب کے کان میں سرگوشی کی۔ بابا جان نے اجتماع کی کاروائی کو روک کر یہ اندوہ ناک خبر سنائی ''کہ ہمارے نہایت عظیم اور بزرگ بھائی جناب محمد مرتضٰی توحیدی خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ آج پانچ بجے اسلام آباد میں ادا کی جائے گی''۔ پنڈی کے چند بھائی اور ملتان سے آئے ہوئے امین شاہ صاحب، چیمہ صاحب اور اسحاق صاحب کی گاڑیوں میں جنازہ میں

شرکت کے لیے گوجرانوالہ سے اسلام آباد چل پڑے جبکہ دوسرے بھائیوں نے مغرب کی نماز کے بعد پنڈال میں بابا جان محمد یعقوب صاحب کی اقتدا میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ 17اپریل عصر کی نماز کے بعد بابا جان کے ہمراہ گوجرانوالہ اور پنڈی کے بھائیوں نے مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے کی گئی قرآن خوانی میں شرکت فرمائی اور مرحوم کے بیٹوں سے تعزیت کی۔

مرحوم بھائی محمد مرتضٰی صاحب کا شمار بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب عبدالحکیم انصاریؒ کے اولین مریدین میں ہوتا ہے۔ راقم الحروف کی ملاقات مرحوم کے ساتھ 1965 میں پی اے ایف ڈرگ روڈ موجودہ شاہ فیصل بیس پر ہوئی۔ اس وقت مرحوم سارجنٹ کے عہدہ پر معمور تھے۔ مرحوم کی دیانت داری، کارگزاری اور ملنساری کا خوب چرچا تھا۔ اگرچہ اس وقت راقم کا سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے تعلق نہ تھا تاہم مرحوم کی تعریفیں سن کر دل آپ کی طرف مائل ہوتا لیکن کبھی کبھار کی ملاقات کے علاوہ کوئی اور تعلق نہ ہو سکا۔ 1972 کے بعد جب راقم بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے منسلک ہو گیا تو سالانہ اجتماعات میں ملاقاتیں ہونے لگیں۔ مرحوم، توحیدی بھائیوں سے نہایت پیار اور شفقت سے پیش آتے، سلسلہ کی تعلیم کا خوب پرچار کرتے اور تمام بھائیوں کو پکا توحیدی بننے کی تلقین کرتے۔ 1990 کے بعد جب راقم راولپنڈی کے حلقہ میں جانے لگا تو مرحوم بھی اسلام آباد سے باقاعدگی سے راولپنڈی کے حلقہ میں حاضری لگاتے۔ حلقہ ذکر کے بعد مرحوم سلسلہ کی تعلیمات پر روشنی ڈالتے اور بھائیوں کو توحید کا سبق دیتے۔ آپ جلالی طبیعت کے مالک تھے دین اسلام کے بارے میں کوئی غلط بات سنتے تو تڑپ جاتے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہونے کے ساتھ نہایت ہی نرم دل نرم خو بھی تھے بھائیوں کے غموں اور خوشیوں میں بھرپور شرکت فرماتے۔ ضرورت کے وقت بھائیوں کی جانی اور مالی مدد بھی فرماتے۔ مرحوم خوبیوں سے مالا مال شخصیت کے مالک تھے۔ مرحوم چیف وارنٹ آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد اسلام آباد میں سکونت پذیر ہو کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم کو فروغ دینے لگے اور جس عہد کا بار انہوں نے اٹھایا تھا آخری دم تک اس سے غافل نہ ہوئے۔

مرحوم نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا حق بھی خوب ادا کیا جس کی وجہ سے آج آپ کے بیٹے اور بیٹیاں اچھی اچھی پوسٹوں پر تعینات ہیں جبکہ آپ کا بڑا بیٹا پاکستان ائرفورس میں ائر کموڈور کے عہدہ پر فائز ہے۔ جناب محمد مرتضیٰ توحیدی نے سفید پوشی کے ساتھ ساری زندگی پوری غیرت اور مومنانہ شان سے گزاری۔ مال و دولت کی نہ ان کو کوئی ہوس تھی اور نہ ہی اس کے لیے کوئی کاوش کی۔ مرحوم کی زندگی کے مختلف عنوانات تھے جن کا کسی فرد کی زندگی میں پایا جانا خال خال ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ اول آخر داعی دعوت حق تھے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور کلمہ حق ہر محاذ پر بلند کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ان کی محبت اور شفقت کا دائرہ سب کے لیے یکساں تھا۔ تاہم مرحوم آخری چند سالوں میں اپنی یادداشت کھو بیٹھے لیکن اس کے باوجود بھائیوں سے اسی گرم جوشی، پیار و محبت اور جلالت کے ساتھ ملا کرتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ نبی رحمت ﷺ کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

تصحیح

گزشتہ شمارہ مئی میں مضمون قطع ما سویٰ اللہ میں رائٹر کا نام غلطی سے غلام مرتضیٰ کی بجائے الحاج محمد مرتضیٰ تحریر کیا گیا اور رسالانہ کنونشن کی روئیداد میں غلطی سے الحاج محمد مرتضیٰ کی بجائے غلام مرتضیٰ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا تحریر کیا گیا۔ اسی طرح انتقال پر ملال کی اطلاع میں بھی غلطی فہمی سے دعائے مغفرت کیلئے الحاج محمد مرتضیٰ کی بجائے غلام مرتضیٰ لکھا گیا۔ جس کیلئے ادارہ معذرت خواں ہے۔

(ادارہ)

روزہ اور قرآن

(عزیز عارف توحیدی)

ماہ رمضان کو ماہِ نزول قرآن بھی کہا جاتا ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 185 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

ترجمہ: ''رمضان وہ مہینہ ہے،جس میں قرآن نازل کیا گیا جوانسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہےاور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جوراہ راست دکھانے اور حق و باطل کا امتیاز کھول کے بتا دینے والی ہے۔لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے تو اس کے پورے روزے رکھے۔اور جوکوئی مریض یا مسافر ہوتو وہ بعد کے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے اور سختی نہیں کرنا چاہتا۔اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جارہا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار واعتراف کرو تا کہ شکر گزار بنو''۔

محولہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نزول قرآن کا آغاز ہوا۔اس قرآن پاک کا جو کسی خاص قوم یا ملک کے لیے نہیں بلکہ ''هدىً لِلنّاس'' یعنی تمام اولادِ آدم کے لیے ہادی ومرشد ہے۔اور اس کی ہدایت کی روشنی اتنی واضح اور شفاف ہے کہ حق اور باطل بالکل ممتاز ہوجاتے ہیں۔جس ماہ میں اتنی بڑی نعمت سے سرفراز کیا گیا ہو وہ اس قابل ہے کہ اس کا ہر لمحہ،ہر لحظہ اپنے محسن حقیقی کی شکر گزاری میں صرف کر دیا جائے۔

اور اس نعمت خداوندی کی شکر گزاری کی بہترین صورت یہی ہے کہ دن میں روزہ رکھا جائے جو صفت خداوندی ہے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہؒ کا فرمان ہے۔''اسلام کی تمام عبادتوں میں صرف روزہ ہی ایسی عبادت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کی نقل کرتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خورد و نوش سے پاک ہے اسی طرح روزہ دار بھی صبح سے شام تک روزہ رکھ کر اللہ کی ایک سنت ادا کرتا ہے اگر ایسے میں اللہ تعالیٰ دن بھر یاد بھی رہ جائے تو کیا ہی بات ہے۔ دراصل اللہ کو یاد رکھنا ہی سب سے بڑی عبادت ہے تو اس سے روزے کو چار چاند لگ جائیں گے۔

دن کو تو روزہ رکھ لیا جس کا تعلق بھی صرف بندے اور اللہ کے ساتھ ہے۔ صرف اللہ ہی کو حقیقی معنوں میں معلوم ہے کہ آیا بندہ روزے سے ہے یا اس نے دنیا سے نظریں بچا کر کہیں چھپ کے اپنی بھوک پیاس مٹالی ہے۔ اسی لیے فرمایا: '' الصوم لی و انا اجذی به ''یعنی روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر بھی میں خود ہی عطا کروں گا۔

اب رات کو قرآن پڑھا اور سنا جائے تا کہ اس ماہ مبارک میں نفس کی ایسی تربیت ہو جائے کہ وہ اس بارِ امانت کو اچھی طرح اٹھانے کے قابل ہو جائے جسے پہاڑوں نے بھی اٹھانے سے معذرت کر لی تھی۔

رمضان کے لیے حکم ہے کہ جو خوش نصیب اس ماہ مبارک کو پائے تو لازم ہے کہ روزے رکھے اور جو کسی شرعی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھ سکیں تو ان کے لیے دوسرے ایام یعنی بعد میں جب ان کا عذر جاتا رہے تو ان کی قضا کر لیں۔ تا کہ قرآن کی جو نعمت اللہ کریم نے عطاء کی ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے قیمتی موقع سے کوئی بھی محروم نہ رہ جائے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے اور سمجھ لینا چاہیے کہ روزوں کو صرف عبادت اور تقویٰ کی تربیت ہی قرار نہیں دیا گیا بلکہ انہیں مزید برآں اس عظیم نعمت ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ٹھہرایا گیا ہے۔ جو اس نے قرآن کی شکل میں ہمیں عطا فرمائی ہے۔ حقیقت میں ایک دانشمند انسان کے لیے کسی نعمت کی شکر گزاری

اور کسی احسان کے اعتراف کی بہترین صورت اگر کوئی ہے تو صرف یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاری کر کے خود کو اس قابل بنائے جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی۔ گویا لازمی ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی رضا کے راستے پر نہ صرف خود چلیں بلکہ دنیا کو بھی اس پر چلائیں یا چلانے کی کوشش کریں۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اس مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ روزہ ہے یہی وجہ ہے کہ ماہ نزول قرآن میں روزہ صرف عبادت اور اخلاقی تربیت ہی نہیں بلکہ نعمت خداوندی (قرآن حکیم) کی صحیح معنوں میں شکر گزاری اور قرب الٰہی کی بہترین صورت بھی ہے۔ چنانچہ اس سے اگلی ہی آیت میں اللہ کریم نے فرمادیا کہ جب میرا بندہ بلکہ قریبی تعلقات رکھنے والا بندہ مجھ سے کوئی سوال کرتا یا مانگتا ہے تو میں قریب ہی ہوتا ہوں اور اس کی پکار سنتا ہوں اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ جو ان کے حق میں بہتر ہو اس پر فوری فیصلے بھی صادر فرمادیتا ہوں۔ ہم پر لازم ہے کہ اللہ کی دعوت پر لبیک کہیں اور اپنے ایمان کو مزید پختہ کرلیں۔

ماہ صیام کے آداب و مسائل پر بہت مواد دستیاب ہے اور ہر بھائی کو معلوم بھی ہے تو یہاں خصوصی طور پر یہ بتانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ توحیدیوں کو ماہ نزول قرآن کیسے گزارنا چاہیے۔ لہٰذا تراویح میں قرآن سننے کے ساتھ انفرادی طور پر زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن کریم کو اپنا معمول بنایا جائے اور تلاوت اس طریقے سے کی جائے جو بانی سلسلہؒ نے بتایا ہے۔

آیئے! سب بھائی رمضان اور قرآن کے موقع کی مناسبت سے ایک ہنگامی پروگرام ترتیب دے کر اس پر عمل کریں۔ اور کوشش کریں کہ ایک ایک لمحہ، ایک ایک لحظہ، ایک ایک دن، اور ایک ایک رات سے مکمل استفادہ کریں۔ توبہ، استغفار، کثرت ذکر اذکار، زیادہ سے زیادہ پاس انفاس، تلاوت کلام پاک ترجمہ کے ساتھ، نوافل، قضا نمازوں کی ادائیگی، تہجد کا خصوصی اہتمام اور نفی اثبات کو دوگنا چوگنا کرلیں، ساتھ ہی ساتھ مجاہدہ کی خصوصی مشق یعنی غصہ اور نفرت کی مکمل نفی، دیگر کارہائے خیر مثلاً صدقہ و خیرات، حسب توفیق غرباء مساکین اور ضرورت مندوں کی

حاجت روائی واعانت، صلوٰۃ تسبیح، درود پاک کی پہلے سے زیادہ تسبیحات پڑھنا، اور اپنے سلیبس کے مطابق بلکہ اس ماہ مبارک میں زیادہ ذوق وشوق اور توجہ وانہماک کے ساتھ شب و روز گزارے جائیں کہ ++A گریڈ لینا ہے۔عوام الناس کے لیے بالعموم اور توحیدیوں کے لیے بالخصوص ماہ صیام سے بہتر تربیت کا کوئی اور مہینہ نہیں ہے۔

اللّٰہ کریم کی شان ہے کہ اس سے مانگئے، خود کے لیے، حلقہ اور سلسلہ کے لیے، اعزاء واقارب کے لیے، اہل پاکستان اور عالم اسلام کے لیے، زندوں اور مردوں کے لیے، کائنات کی ہر ذی روح کی خیر کے لیے۔ملک کی تعمیر وترقی کے لیے، فراہمی وسائل ارضی وآبی کے لیے وعلی ھذاالقیاس۔

اندازہ کیجیے کہ قادر مطلق تمام اختیارات، طاقتوں اور خزانوں کا مالک اس ماہ میں ہمارے اس قدر قریب ہو جہاں وسیلے اور سفارش کا دخل بھی نہ ہو اور براہ راست عرضداشتوں پر احکامات صادر فرمائے جارہے ہوں اور پکارنے والا پکار پکار کے کہہ رہا ہو کہ آؤ اور اپنی جھولیاں مرادوں سے بھر لو تو جو ایسے موقع سے بھی فائدہ نہ اٹھائے تو اسے کیا کہیے گا؟ اللّٰہ کریم کو تو انسانوں کی خیر خواہی، بھلائی، نرمی اور آسانی مطلوب ہے نہ کہ تکلیف یا دشواری۔

انسان بہانہ کرتا ہے کہ شیطان نے ورغلا دیا چنانچہ رمضان میں تو شیطان بھی قید کر دیا جاتا ہے تو گویا حجت بھی ختم! کسی نے کیا خوب کہا۔

ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر
فعل بد خود کرے لعنت کرے شیطان پر

خیر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ شیطان کو بھی قیامت تک کے لیے مہلت ملی ہوئی ہے مگر ساتھ ہی اللّٰہ کریم نے فرمایا کہ جو میرے بندے ہوں گے وہ تیرے قابو میں نہ آئیں گے۔ ماہ رمضان میں عبادت ونیکیوں کا اجر بھی ستر سے سات سوگنا بڑھا دیا جاتا ہے۔یہاں یہ بات بھی قابل غور رہے کہ ہمارا مقصود قرب و دیدار الٰہی ہے لہٰذا نیکی اور بھلائی اور حسن عمل بھی رضائے الٰہی

ہی کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔ خلوص نیت سے کام کیا جائے اور دکھاوے یا ریا کاری کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اسی لیے تو روزے کا علم اللّٰہ اور روزہ دار کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہوتا اور اجر بھی اسی بنا پر اللّٰہ تبارک وتعالیٰ خود ہی عطا فرماتے ہیں۔

جن بھائیوں کو حالات اجازت دیں انہیں آخری عشرے میں اعتکاف کی سعادت ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً کی عملی مشق بھی ہو جاتی ہے اور لیلۃ القدر مل جائے تو کیا ہی بات ہے۔

مزید استفادہ کی خاطر بہر صورت وقت نکال کے ''پندرہ منٹ'' کا ''پاس انفاس'' جس کا طریقہ قبلہ انصاریؒ نے ''چراغ راہ'' کے خطبہ نمبر 11 صفحہ 236 - 235 پر تحریر فرمایا ہے، ضرور کیجیے۔ ہم ملتان میں منعقدہ اس کنونشن میں موجود تھے جب قبلہ حضورؒ نے فرمایا تھا کہ آج اس خطبہ میں تم کو پاس انفاس کے ذکر کے متعلق ایک اور نکتہ بیان کرتا ہوں اگر اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ذکر کیا جائے تو اور بھی زیادہ فائدہ ہوگا۔ اور برسوں کا کام چند ماہ میں ہو جائے گا۔ یہ نکتہ آج تاریخ تصوف میں پہلی مرتبہ بتایا جا رہا ہے، اس سے پہلے کبھی کسی بزرگ نے نہیں بتایا۔ (دیگر تفصیل کے لیے چراغ راہ خطبہ نمبر 11 صفحہ 235 پڑھ لیجیے)۔

یہاں قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے فرامین بضمن رمضان المبارک نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے اکثر بھائی قبلہ صاحبؒ کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے تو یہاں ان کی تعلیمات کا اعادہ ہو جائے گا۔

آپؒ نے تعمیر ملت میں ''روزہ'' کے عنوان میں ارشاد فرمایا کہ روزہ ایسی عبادت ہے جس میں انسان اللّٰہ کی ایک صفت کی نقل کرتا ہے۔

پاکیزگی اور طہارت روزے میں لازمی ہے۔ نہ صرف جسمانی بلکہ قلبی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ مہینہ بھر کی مشق سے اس قدر روحانی لطافت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو ویسے برسوں میں بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

صبر وتحمل اور قوت برداشت بڑھانے کی مشق ہو جاتی ہے جو اعلیٰ انسانی کردار پیدا کرنے کی لیے ضروری ہے۔ جب روزہ رکھ کے بھی غصہ نہ مرے تو ایسے روزے کا کیا فائدہ؟

بھوک پیاس برداشت کرنے سے قوت ارادی بہت بڑھ جاتی ہے۔

روزے سے ادائیگی فرض کا احساس پیدا ہوتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ خواہ کتنی ہی تکلیف و مشقت آن پڑے ادائیگی فرض لازمی ہے۔

بھوکے اور غرباء کی تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے جو ملت کی تنظیم اور ارتباط کے لیے لازمی ہے۔

عالم اسلام میں دانستہ طور پر یک جہتی اور اجتماعیت کی روح ترقی کرتی ہے۔

روزے کی حالت میں روزمرہ کے امور انجام دینے سے بے پناہ قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔

عید پر اجتماعی خوشی سے عالمگیر محبت اور اخوت پروان چڑھتی ہے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا فرمان ہے کہ رمضان کا مجاہدہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر تم زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یعنی دنیاوی راحت و آسائش حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ عرصہ بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاؤ، نفسانی خواہشوں پر قابو حاصل کرو، اخوت و محبت سے رہو، صبر یعنی برداشت کی قوت پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو برابر عمل کرتے جاؤ، آخر میں تم دیکھو گے تمہارا ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات ہے۔

عام مشاہدے کی بات ہے کہ رمضان شروع ہوتے ہی مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں مگر آہستہ آہستہ کمی ہونا شروع ہوتے ہوتے آخر میں وہی لوگ رہ جاتے ہیں جو پہلے سے نماز باجماعت میں شریک ہوتے تھے۔ رمضان میں اکثر لوگ روزہ رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے وہ روزے کا احترام ضرور کرتے ہیں۔ مگر ادھر رمضان ختم ہوا اور "ادھر وہی بے ڈھنگی چال جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق کی اصلاح تو ہوتی نہیں اور بنیادی عقائد پر بھی عمل پکا نہیں ہوتا تو پھر باقی عمارت کی بنیاد کس طرح مضبوط رہ سکتی ہے۔ اللہ کا احساس تو ہوتا

نہیں تو پھر روزے کی حالت میں غصہ، چڑچڑاپن اور گھبراہٹ کے مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ باباجیؒ نے فرمایا ہے کہ "رمضان میں سینکڑوں مرتبہ یہ فقرہ سننے میں آتا ہے کہ "اس سے نہ بولنا اس کو روزہ لگ رہا ہے" یا "اس پر اس وقت روزہ سوار ہے" وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانو! خدا کے لیے اتنا تو سوچو کہ عبادت کرتے بھی ہو تکلیف اٹھاتے بھی ہو لیکن وہ مقصد حاصل نہیں کرتے جس کے لیے یہ سب کچھ فرض کیا گیا ہے۔ خدارا ! ذرا کوشش کر کے اپنی عبادات کو صحیح طور سے انجام دو، تا کہ انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح دین اور دنیا میں سرخرو اور کامران ہو جاؤ۔

آخر میں پیارے بھائیوں سے گزارش ہے کہ اب کے رمضان کو ہنگامی اور جنگی بنیادوں پر کماحقہٗ گزار کر دیکھیے پھر اپنی پہلے اور بعد کی کیفیات کا موازنہ کیجیے گا۔ آزمائش شرط ہے ۔اور بعد از رمضان ہنگامی بنیادوں پر حاصل کی گئی تربیت کی بنا پر معمولات کو جاری رکھنا ہرگز مشکل معلوم نہیں ہوگا۔

تسلسل لازمی ہے اور ناغہ سے بہت فرق پڑتا ہے ۔قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ناغے کی مثال ریل کے اس انجن کی ہے جو سبی سے کوئٹہ جاتے ہوئے اضافی لگا دیا جاتا ہے اگر اضافی انجن اتار دیا جائے تو ٹرین واپس روہڑی یا کم از کم سبی تک آجائے گی۔ لہٰذا کم از کم ریورس (reverse) سے بچاؤ کے لیے بریک لگانے کی خاطر چند منٹ ہی نفی اثبات کر لیا کرو۔

رمضان المبارک کی فضیلت

(مرسلہ: فہد محمود بخاری)

رمضان المبارک قمری مہینوں میں سے نواں مہینہ اور باقی مہینوں کا سردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کو اپنی طرف خاص نسبت فرمائی ہے۔حدیث مبارک میں ہے کہ " رمضان شهر الله ''رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مبارک مہینے سے ربِّ ذوالجلال کا خصوصی تعلق ہے جس کی وجہ سے یہ مبارک مہینہ دوسرے مہینوں سے ممتاز اور جدا ہے۔اس مبارک ماہ میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ کا نزول اس قدر رہوتا ہے کو یا موسلا دھار بارش کی طرح برستی رہتی ہیں۔حدیث مبارکہ میں ہے کہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ اس کے اوّل حصہ میں حق تعالیٰ کی رحمت برستی ہے جس کی وجہ سے انوار و اسرار کے ظاہر ہونے کی قابلیت و استعداد پیدا ہوکر گناہوں کے ظلمات اور معصیت کی کثافتوں سے نکلنا میسر ہوتا ہے اور اس مبارک ماہ کا درمیانی حصہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے اور اس ماہ کے آخری حصہ میں دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اپنے اندر لامحدود، ان گنت رحمتیں سموئے ہوئے ہے۔اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔مسلمانوں کیلئے یہ ماہ مقدس نیکیوں کی موسلا دھار بارش برساتا ہے اور ہر مسلمان زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جن کی زندگی میں یہ مہینہ آیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ ماہ رمضان اخلاقی و روحانی تربیت کا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور کوئی لمحہ ضائع اور بے کار جانے نہیں دینا چاہیے، شب و روز کے اوقات کو اعمال صالحہ کے ساتھ مزین اور معمور رکھنے کی سعی اور کوشش میں مصروف رہنا چاہیے۔

انسان اس دنیا میں جو کام کرتا ہے اس کی غرض و غایت اور مقصد ہوتا ہے اسی طرح اللّٰہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کی غرض و غایت اور مقصد تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ تقویٰ نام ہی اس چیز کا ہے کہ تمام برائیوں سے انسان نفرت کرنے لگے اور نیکیوں کی طرف لپک کر جائے۔ ایک مسلمان روزہ کی وجہ سے برائیوں کو ترک کردیتا ہے اور نیکیوں کی طرف راغب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

روزہ وہ منفرد عبادت ہے کہ ایک وقت اس کا تعلق ظاہر سے بالکل ہی ٹوٹ جاتا ہے اور صرف عابد اور معبود کا باہمی معاملہ ہی رہ جاتا ہے۔ روزہ آخرت میں دوزخ سے ڈھال بنے گا اور روزہ دار کی سفارش کریگا: اے اللّٰہ! دنیا میں ہم نے اسے کھانے پینے اور دن کی خواہشات سے روکے رکھا، رمضان کی راتوں میں، اسے نیند اور آرام سے روکے رکھا تو اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما۔ پس روزے کی سفارش روزے دار کے حق میں قبول کی جائے گی۔ اللّٰہ کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ صرف ایک مہینے کے روزے قیامت میں ہماری سفارش کریں گے، جس دن ماں بیٹے کی نہیں، بیٹا باپ کا نہیں، غرض کوئی کسی کا نہیں ہوگا۔ سب نفسا نفسی میں ہونگے۔ اس وقت ہمارے نیک کام، روزے، قرآن کی تلاوت اور نماز ہماری سفارش کریں گے۔ اگر ماہِ رمضان میں خاص ثواب کی نیت سے روزے رکھے جائیں اور اس کی راتوں میں قیام (تراویح) کیا جائے تو اللّٰہ کے فضل سے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اللّٰہ کا ہم پر لطف و کرم ہے پورے سال کے نہیں، صرف ایک ماہ کے روزے ہم اجر و ثواب کی نیت اور اللّٰہ کے احکامات کے مطابق رکھیں تو روزِ حشر یہی روزے ہمیں باب الریان میں داخل ہونے کی سفارش کریں گے۔

روزہ رکھ کر مسلمان اپنے ہر دنیوی کام سرانجام دے سکتا ہے، روزہ رکھ کر

صنعت و حرفت اور تجارت ہر کام بخوبی احسن کرسکتا ہے۔رمضان کے فضائل و برکات کا یہ عالم ہے کہ اس مہینے میں ہر نفل عبادت کا ثواب فرض عبادت کے برابر اور ہر فرض عبادت کا ثواب سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ جنت کو پورے سال رمضان کیلئے سجاتے رہتے ہیں۔رمضان کی پہلی رات کو اس کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے: ''اے نیکی کرنے والے! متوجہ ہو نیکی کی طرف اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے! برائی سے باز رہ۔'' اللّٰہ تعالیٰ اس مہینے میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ یہ سلسلہ پورے رمضان چلتا رہتا ہے۔اس ماہ کی پہلی رات کو شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔تا کہ وہ اللّٰہ کے نیک اور فرمانبردار بندوں سے اس بابرکت مہینے میں نافرمانی نہ کروائیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ''روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔'' روزہ دار اپنی خواہشات میری خوشی کی خاطر چھوڑتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ روزے کے ثواب کو اپنے سے منسوب کر رہا ہے کہ روزہ دار اپنے ربّ کی رضا جوئی کی خاطر دن بھر بھوکا، پیاسا رہتا ہے اور جھوٹ، لڑائی، غیبت، چوری، گالی گلوچ اور اس طرح کے دیگر گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے، اس کیلئے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ میں اسے آخرت میں اتنا اجر دوں گا کہ وہ شخص خوش ہو جائے گا۔اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک روزے دار کے منہ کی بو مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

اللّٰہ نے روزہ دار کیلئے دو خوشیاں رکھی ہیں۔ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت۔یعنی رمضان میں اللّٰہ تعالیٰ اتنی برکت عطاء فرماتا ہے کہ افطار کے وقت دسترخوان پر بے شمار نعمتیں رکھی ہوتی ہیں۔اس وقت اللّٰہ ربّ العزت روزے دار کی

دُعاؤں کوقبول بھی کرتا ہے، دوسری خوشی یہ کہ جب روزہ دار اپنے ربّ سے ملاقات کریگا تو اس حال میں ہوگا کہ روزے اور قرآن کی سفارش کے بعد اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ پھر جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمائیں گے اور اسے بہشت میں اعلیٰ وارفع مقام ملے گا۔

اگر کسی نے جان بوجھ کر اس مہینے کا کوئی روزہ چھوڑ دیا تو اگر وہ پورے سال بھی روزے رکھے تو وہ رمضان کے ایک روزے کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔

رمضان المبارک میں تین عشرے ھیں:

پہلا عشرہ ''رحمت'' دوسرا 'مغفرت'' اور تیسرا ''جھنم سے نجات'' کا ہے۔

ویسے تو پورا رمضان المبارک ہی بہت برکتوں اور فضیلتوں کا حامل ہے، مگر اس کا آخری عشرہ زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ اس آخری عشرے میں شب قدر آتی ہے جو آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ یہ اتنی بابرکت رات ہے کہ قرآن نے اسے ''ہزار مہینوں سے بہتر'' کہا ہے۔ اس رات جبرائیل امین فرشتوں کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور قطع تعلق کرنے والے، حاسد اور نافرمان اولاد کے سوا اس رات سب اہل ایمان کی بخشش کی جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کریم رمضان کی آخری رات کو روزے داروں کو ان کی محنت کا پورا پورا اجر دیتا ہے۔ اس رات کو ''لیلة الجائزہ'' کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء میں رحمت، درمیان میں مغفرت اور آخری دوزخ سے نجات ہے۔ اور جس کسی نے اس مہینے میں اپنے غلام (ملازم) (روزہ دار) سے کم کام لیا، اللہ تعالیٰ اسے بخش کر دوزخ سے نجات دے دیتا ہے۔

آفاتِ روزہ اوران کا علاج

(مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

روزے کی برکتیں اس صورت میں ظاہر ہوتی ہیں جب آدمی اپنے روزے کو ان تمام آفتوں سے محفوظ رکھ سکے جو روزے کو خراب کر دینے والی ہیں۔ یہ آفتیں چھوٹی اور بڑی بہت سی ہیں۔ ہم تزکیہ نفس کے طالبوں کی واقفیت کے لئے یہاں چند بڑی آفتوں کا ذکر کریں گے اور ساتھ ہی ان کے وہ علاج بھی بتائیں گے جو قرآن حکیم اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں تاکہ جو لوگ اپنے روزوں کی حفاظت کرنا چاہیں، ان سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

لذتوں اور چٹخاروں کا شوق:

روزے کی عبادت اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں پر قابو پا سکے۔ یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب آدمی اس مقصد کو روزوں میں ملحوظ رکھے اور ان رغبتوں کو حتی الامکان دبائے جن کے آگے اپنی روزمرہ زندگی میں وہ اکثر بےبس ہو جایا کرتا ہے اور یہ بےبسی اس کو بہت سی اخلاقی اور شرعی کمزوریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس مقصد کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک روزے کا مہینہ خاص کھانے پینے کا مہینہ ہوتا ہے بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس مہینے میں کھانے پینے پر جتنا بھی خرچ کیا جائے، اللہ کے ہاں اس کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ اس خیال کے لوگ اگر خوش قسمتی سے کچھ خوش حال بھی ہوتے ہیں تو پھر تو فی الواقع ان کے لئے روزوں کا مہینہ کام و دہن کی لذتوں سے متمتع ہونے کا موسم بہار ہی بن کے آتا ہے۔ وہ روزے کی پیدا کی ہوئی بھوک اور پیاس کو نفس کشی کے بجائے نفس پروری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ وہ صبح سے لے کر شام تک طرح طرح کے پکوانوں کے پروگرام بنانے اور ان کے تیار کرانے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور افطار سے لے کر سحر تک اپنی زبان اور

اپنے پیٹ کی تواضع میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ میں ایک ایسے بزرگ سے واقف ہوں جو ایک دیندار آدمی تھے لیکن ان کا نظریہ یہ تھا کہ رمضان کا مہینہ کھانے پینے کا خاص مہینہ ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کے تحت وہ رمضان کے مہینے کے لئے کھانے پینے کی مختلف چیزوں کا اہتمام بہت پہلے سے شروع کردیتے تاکہ رمضان میں ان کے تنوعات سے متمتع ہوسکیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ روزہ کھانے پینے کے شوق کو اکسا دیتا ہے۔ لیکن روزے کا مقصود اسی اکساہٹ کو دبانا ہے نہ کہ اس کی پرورش کرنا، اس وجہ سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی قوت کار کو باقی رکھنے کے لئے کھائے پیئے تو ضرور، لیکن ہرگز ہرگز کھانے پینے کو اپنی زندگی کا موضوع نہ بنالے۔ جو کچھ بغیر کسی خاص سرگرمی اور بغیر کسی خاص اہتمام کے میسر آجائے اس کو صبر وشکر کے ساتھ کھالے۔ اگر کوئی چیز پسند کے خلاف سامنے آئے تو اس پر بھی گھر والوں پر غصہ کا اظہار نہ کرے۔ اگر کسی کو اللہ نے فراغت وخوشحالی دی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خود اپنے کھانے پینے پر اسراف کرنے کے بجائے غریب اور مسکین روزہ داروں کی مدد اور ان کو کھلانے پلانے پر خرچ کرے۔ اس چیز سے اس کے روزے کی روحانیت اور برکت میں بڑا اضافہ ہوگا۔ روزہ افطار کرانے کے ثواب سے متعلق ایک حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا، اس کے لئے روزہ دار کے برابر اجر ہے اور اس سے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ (سنن الترمذی: کتاب الصوم باب ۸۲)

اشتعالِ طبیعت:

آدمی جب بھوکا پیاسا ہو تو قاعدہ ہے کہ اس کا غصہ بڑھ جایا کرتا ہے۔ جہاں کوئی بات ذرا بھی اس کے مزاج کے خلاف ہوئی فوراً اس کو غصہ آجاتا ہے۔ روزے کے مقاصد میں سے یہ چیز بھی ہے کہ جن کی طبیعتوں میں غصہ زیادہ ہو وہ روزے کے ذریعے سے اپنی طبیعتوں کی اصلاح کریں۔ لیکن یہ اصلاح اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب آدمی روزے کو اپنی طبیعت کی

اس خرابی کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ اگر وہ اس کو اپنی طبیعت کی اصلاح کا ذریعہ نہ بنائے تو اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ روزہ اس پہلو سے اس کے لئے مفید ہونے کی بجائے الٹا مضر ہوجائے۔ یعنی اس کی طبیعت کا اشتعال کچھ اور زیادہ ترقی کر جائے۔ جو شخص اس کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنانا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جب اس کی طبیعت میں اشتعال پیدا ہو یا کوئی دوسرا اس کے اندر اس اشتعال کو پیدا کرنے کی کوشش کرے تو وہ فوراً اس بات کو یاد کرے کہ انا صائم میں روزے سے ہوں۔ یہ طریقہ اختیار کرنے سے آدمی کو غصہ پر قابو پانے کی تربیت ملتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ تربیت اس کے مزاج کو بالکل بدل دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اپنے غصہ پر اس حد تک قابو حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کو وہ وہیں استعمال کرتا ہے جہاں وہ اس کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔

لیکن بہت سے لوگ اسلام کے بتائے ہوئے اس اصول کے بالکل خلاف روزے کو سپر کے بجائے تلوار کے طور پر استعمال کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔ یعنی روزہ ان کے لئے ضبطِ نفس کی بجائے اشتعالِ نفس کا بہانہ بن جایا کرتا ہے۔ وہ بیوی پر، بچوں پر، نوکروں پر اور ماتحتوں پر ذرا ذرا سی بات پر برس پڑتے ہیں، صلواتیں سناتے ہیں، گالیاں بکتے ہیں اور بعض حالات میں مار پیٹ سے بھی دریغ نہیں کرتے اور پھر اپنے آپ کو اس خیال سے تسلی دے لیتے ہیں کہ کیا کریں، روزے میں ایسا ہو ہی جایا کرتا ہے!

جو لوگ اپنے نفس کو اس راہ پر ڈال دیتے ہیں ان کے لئے روزہ اصلاحِ نفس کا ذریعہ بننے کی بجائے ان کے بگڑے ہوئے نفس کو مزید بگاڑنے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ جو روزہ بھی وہ رکھتے ہیں وہ ان کے نفس مشتعل کے لئے چابک کا کام دیتا ہے جس سے ان کا نفس تیز سے تیز تر ہوجاتا ہے۔ جو شخص روزے کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ روزے کو اپنے نفس کے لئے ایک لگام کے طور پر استعمال کرے اور ہر اشتعال دلانے والی بات کو اسی سپر پر روکے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ تجربہ گواہی دیتا ہے کہ اگر روزے کے احترام کا یہ احساس طبیعت پر غالب رہے تو آدمی بڑی سے بڑی ناگوار بات بھی برداشت کر جاتا ہے اور اس پر

کوئی احساس کمتری طاری نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس طرح کی آزمائش کے جتنے مواقع اس کے سامنے آتے ہیں وہ ہر موقع پر یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے شیطان پر ایک فتح حاصل کی ہے اور اس فتح کا احساس اس کے غصہ کو ایک راحت و اطمینان کی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے ۔

دل بہلانے والی چیزوں کی رغبت:

روزے کی ایک عام آفت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ، جن کے ذہن کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی ہے ، کھانے پینے اور زندگی کی بعض دوسری دلچسپیوں سے علیحدگی کو ایک محرومی سمجھتے ہیں اور اس محرومی کے سبب سے ان کے لئے دن کاٹنے مشکل ہو جاتے ہیں ۔ اس مشکل کا حل وہ یہ پیدا کرتے ہیں کہ بعض ایسی دلچسپیاں تلاش کر لیتے ہیں جو ان کے خیال میں روزے کے مقصد کے منافی نہیں ہوتیں ۔ مثلاً یہ کہ تاش کھیلتے ہیں ، ناول ، ڈرامے اور افسانے پڑھتے ہیں ، ریڈیو پر گانے سنتے ہیں ، دوستوں میں بیٹھ کر گپیں ہانکتے ہیں اور بعض من چلے سینما کے ایک آدھ شو دیکھ آنے میں بھی کوئی قباحت خیال نہیں کرتے ۔

ان سے زیادہ سہل الحصول دلچسپی بعض لوگ یہ پیدا کر لیتے ہیں کہ اگر ایک دو ساتھی میسر آ جائیں تو کسی کی غیبت میں لپٹ جاتے ہیں ۔ روزے کی بھوک میں آدمی کا گوشت بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اور تجربہ گواہی دیتا ہے کہ اگر روزہ رکھ کے آدمی کو یہ لذیذ مشغلہ مل جائے تو آدمی جھوٹ ، غیبت ، ہجو اور اس کی دوسری آفتوں کا جن کو حدیث میں حصائد اللسان سے تعبیر کیا گیا ہے ، ایک انبار لگا دیتا ہے اور اسی مشغلہ میں صبح سے شام کر دیتا ہے ۔ یہ چیزیں آدمی کے روزے کو بالکل برباد کر کے رکھ دیتی ہیں ۔

اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ آدمی خاموشی کو روزے کے ضروری آداب میں سے سمجھے ۔ پچھلے مذاہب میں چپ رہنا بھی روزے کی شرائط میں داخل تھا ۔ چنانچہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام روزہ کی حالت میں صرف اشارہ سے بات کرتی تھیں ۔ اسلام نے روزہ داروں پر یہ پابندی تو عائد نہیں کی ہے لیکن اس پابندی کے نہ ہونے کے معنی

یہ نہیں ہیں کہ آدمی روزے میں اپنی زبان کو چھوٹ دے دے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی ضروری اور مفید بات کرنے کا موقع پیش آجائے تو کرلے ورنہ خاموش رہے۔ جو شخص ہر قسم کی اناپ شناپ اور جھوٹی سچی باتیں زبان سے نکالتا رہتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ پھر، اس کا محض کھانا پینا چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بالکل بے نتیجہ کام ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔(صحیح البخاری: کتاب الصوم باب ۸)

اس کا دوسرا علاج یہ ہے کہ آدمی کا جو وقت گھر کے کام کاج اور معاش کی مصروفیتوں سے فاضل بچے اس کو مفید چیزوں کے مطالعہ میں صرف کرے۔ روزے کے دنوں کے لئے قرآن شریف، حدیث شریف، سیرت نبوی، سیرت صحابہ اور تزکیہ نفس کی کتابوں کے مطالعہ کا ایک باقاعدہ پروگرام بنالے۔ خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید کے تدبر پر پابندی کے ساتھ کچھ نہ کچھ وقت ضرور صرف کرے۔ قرآن مجید کو روزے کی عبادت کے ساتھ، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، ایک خاص مناسبت ہے۔ اس مناسبت کے سبب سے روزہ دار پر قرآن مجید کی خاص برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ہر روزہ دار کو ان برکتوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآن مجید اور ماثور دعاؤں کا آدمی کے پاس آہستہ آہستہ ایک ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے، جو آدمی کے جمع کئے ہوئے مال و اسباب کے ذخیروں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

ریا:

ریا کا فتنہ جس طرح تمام عبادتوں کے ساتھ لگا ہوا ہے، اسی طرح روزے کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ روزے تو رکھتے ہیں، بالخصوص رمضان کے روزے، لیکن ہوسکتا ہے کہ ان میں بہت کچھ دخل اس احساس کو بھی ہو کہ روزے نہ رکھے تو پاس پڑوس کے روزہ داروں

میں نکو بننا پڑے گا یا لوگوں میں جو دینداری کا بھرم ہے وہ جاتا رہے گا یا اپنے گھر اور خاندان والے ہی برا مانیں گے۔اس طرح کے مختلف احساسات ہیں جو رمضان کے روزوں میں شرک بن جاتے ہیں اور اس طرح وہ خلوص نیت آلودہ اور مشتبہ ہو جایا کرتا ہے جو روزے کی حقیقی برکتوں کے ظہور کے لئے ضروری ہے، اسلئے کہ جس بندے میں اللہ کی خوشنودی کے سوا کوئی اور محرک شریک ہو جائے، یہ روزہ وہ روزہ نہیں ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت چھوڑتا ہے۔روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دونگا۔(صحیح البخاری کتاب الصوم باب ۲)

بلکہ یہ روزہ اسی غرض کے لئے ہو جائے گا جس غرض کے لئے رکھا ہے۔

اس آفت کا اول علاج تو یہ ہے کہ آدمی اپنی نیت کو ہر دوسرے شائبہ سے حتی الامکان پاک کرنے کی کوشش کرے۔اسے ہر روز سوچنا چاہیے کہ اپنے روزے کو تمام برکتوں سے محروم کر کے فاقہ کے درجہ میں ڈال دینا انتہائی نادانی ہے، آخر یہ مشقت اٹھانے کا حاصل کیا ہوا جبکہ یہ دنیا میں بھی موجب کلفت اور آخرت میں بھی موجب وبال بنے؟اس طرح نفس کے سامنے بار بار روزہ کی قدر و قیمت واضح کرنی چاہیے تاکہ اس کی نگاہ دوسروں کی طرف سے ہٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

اس کا دوسرا علاج یہ ہے کہ آدمی رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھے اور اس میں دو باتوں کا اہتمام کرے:ایک حتی الامکان اخفاء کا یعنی ان کا اشتہار دینے کی کوشش نہ کرے۔دوسری اعتدال یا میانہ روی کا۔یعنی نفلی روزے اسی حد تک رکھے جس حد تک خواہشات و شہوات کو حالت اعتدال پر لانے کے لئے ان کی ضرورت ہو۔اگر اس حد سے آدمی بڑھ جائے گا تو وہ چیز خود بھی ایک فتنہ ہے اور اسلام نے اس سے بھی بڑی شدت کے ساتھ روکا ہے روزے کی حیثیت ایک دوا کی ہے۔دوا اگر ضرورت سے زیادہ استعمال کر لی جائے تو بسا اوقات یہ خود بھی ایک بیماری بن جاتی ہے۔

فتح مکہ کا عظیم واقعہ

(پیر خان توحیدی)

یوں تو تاریخ اسلام کے سبھی واقعات نہایت اہم اور عظیم ہیں ۔لیکن فتح مکہ تاریخ اسلام کا وہ عظیم واقعہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے رسول ﷺ اور لشکر اسلام کو عزت بخشی ،جس سے آسمانوں والے مسرت سے جھوم اٹھے۔جس کی شہرت اور سربلندی ثریا و کہکشاؤں سے زیادہ تابناک ثابت ہوئی اور لوگ گروہ درگروہ دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس واقعہ کو آگے بڑھانے سے پہلے قارئین کو مکہ کی تاریخ اور دیگر عوامل جو مکہ کو فتح کرنے میں پیش خیمہ ثابت ہوئے، بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔

تاریخ مکہ : مکہ وہ شہر ہے جسکا قرآن میں کئی بار ذکر آتا ہے ۔یہ وہ شہر ہے جس میں اللّٰہ کا گھر ہے، یہ وہ شہر ہے جس کی قسمیں اللّٰہ کھاتا ہے، یہ وہ شہر ہے جس کے بارے میں اللّٰہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔''اے شہر تو مجھے ہر چیز سے عزیز ہے۔اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا''اس شہر میں سب سے پہلے جن ہستیوں نے سکونت اختیار کی وہ حضرت اسماعیلؑ اور آپؑ کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہؑ ہیں آپ دونوں کو اللّٰہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ خلیل اللّٰہ نے اللّٰہ کے حکم سے اس وادی بے آب وگیاہ میں لاکر چھوڑدیا تھا اور دعا فرمائی جسکا قرآن میں اس طرح ذکر آتا ہے ۔

ترجمہ :اے میرے ربّ! میں اپنی بعض اولاد کو آپ کے عظیم گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کرتا ہوں جو بے آب وگیاہ ہے تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس تو کچھ لوگوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی کثرت عنایت فرما تا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ کی دعا جلد قبول فرمائی اس طرح کہ جب ان دونوں (حضرت ہاجرہؓ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ) کے پاس حضرت ابراہیمؑ کا دیا ہوا توشہ ختم ہوگیا تو حضرت ہاجرہؓ کو فکر لاحق ہوئی وہ پانی کی تلاش میں نزدیک کی دو پہاڑیوں (صفا و مروہ) کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی بے بسی پر رحم آنے لگا تو جبرائیلؑ کو حکم صادر فرمایا۔ جبرائیلؑ فوراً حاضر ہوئے اور اسماعیلؑ کے پیروں کی طرف اپنا پیر مار کر پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ حضرت ہاجرہؓ مایوسی کے عالم میں جب واپس لوٹیں تو پانی کا ابلتا ہوا چشمہ دیکھ کر خوشی سے جھوم اُٹھیں۔ اس کے ارد گرد وارفتگی کے عالم میں ریت اور مٹی کا بند باندھنے لگیں اور فرمایا ''زم۔زم''۔ پانی رُک گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد ملک شام سے قبیلہ جرہم واپس ہو رہا تھا پانی کا چشمہ دیکھا تو حضرت ہاجرہؓ سے اجازت طلب کر کے سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت اسماعیلؑ کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ حضرت اسماعیلؑ اسی قبیلہ میں پروان چڑھے اسی میں عربی زبان سیکھی حتیٰ کہ پھر اسی میں آپ کی شادی بھی ہوگئی۔ حضرت اسماعیلؑ سے جو نسل چلی، اس کو مورخین نے **عرب متعربہ** کا نام دیا۔ اس طرح مکہ کی یہ بے آب وگیاہ وادی آباد ہوگئی۔ پھر اسی وادی میں دونوں جہاں کے سردار، کائنات کے روحِ رواں **اللہ** کے حبیب، مولائے کل، ختم الرسل، قریش کے سردار **عبدالمطلب** کے بیٹے **عبد اللہ** کے گھر رحمت اللعالمین بن کر، **اللہ** کے بندوں کو **اللہ** سے ملانے کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی قوم اس وقت تک حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی توحید کی تعلیم کو یکسر بھلا چکی تھی بتوں کی پوجا کرتے، لوٹ مار، قتل و غارت ان کا

معمول بن چکا تھا۔بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور معمولی معمولی باتوں پر خون ریزی پر اتر آتے۔

دعوت توحید : نبوت کے بعد رسول اللہﷺ نے اپنی قوم کے لوگوں کو بتوں کی پوجا چھوڑ کر خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کا درس دینا شروع کیا تو وہ آپﷺ کے جانی دشمن بن گئے اور ہر طرح کی ایذا ءرسانی پر اتر آئے لیکن اللہ کے رسولﷺ نے تبلیغ کا کام جاری رکھا ۔آپ حجاج کی قیام گاہوں پر تشریف لے جاتے موسمی تہواروں اور بازاروں میں جا کر اسلام کی دعوت دیتے لیکن نہ کوئی مددگار ملتا اور نہ ہی کوئی آپﷺ کی دعوت قبول کرتا کیونکہ آپﷺ کا حقیقی چچا خدا کا دشمن ابولہب ہر جگہ اور ہر وقت آپﷺ کے پیچھے ہوتا اور لوگوں کو خبردار کرتا کہ اس شخص کی اطاعت نہ کرنا ۔ کیونکہ یہ اپنے مذہب کا باغی اور جھوٹا ہے ۔انصار مدینہ بھی کعبہ مشرفہ کا طواف اور حج کرنے مکہ آتے تھے رسول اللہﷺ نے ان کو بھی اسلام کی دعوت دی تو چند لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور واپس مدینہ جا کر اپنے لوگوں میں اسلام پھیلانا شروع کر دیا۔جس سے مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا ادھر مکہ کے بھی چند لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ قریشی سرداروں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف دس سالہ قطع تعلق کا معاہدہ کر کے رسول اللہ اور آپ کے خاندان کو (سوائے ابولہب کے) شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور ہر طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔

ھجرت مدینہ: ابھی تین ہی سال گزرے تھے کہ اللہ کے حکم سے اس معاہدہ کو دیمک نے چاٹ لیا۔رسول اللہﷺ کو اللہ نے اس کی خبر کر دی تو آپﷺ گھاٹی سے باہر تشریف لے آئے اور اپنے رفقاء کو مکہ سے مدینہ ہجرت کا حکم صادر فرمایا۔صحابہ کرامؓ تیزی سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے ۔رسول اللہﷺ خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ چلے گئے جہاں انصار مدینہ نے آپﷺ کا پر زور استقبال کیا اور پروانوں کی طرح آپﷺ کو

گھیرلیا قریش مکہ نے آپ ﷺ کو مدینہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا لیکن انصار مدینہ نے آپ ﷺ کی جانی و مالی مدد کر کے دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا ۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ امن اور اطمینان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں ۔احرام سے فارغ ہو کر کچھ صحابہؓ نے حسب قائدہ سروں کا حلق کرایا ،بعض نے بال کٹوائے اور آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی چابی آپ ﷺ کے ہاتھ لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ خواب اپنے صحابہؓ کو سنایا تو وہ سب بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے تیار ہو گئے ۔رسول اللہ ﷺ نے بھی ارادہ فرمالیا ۔اس طرح چودہ سوافراد پر مشتمل انصار اور مہاجرین کا یہ مجمع رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں عمرہ کے لیے مکہ روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف جب اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے آنے کی خبر ملی تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو مکہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے ۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچ کر حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا۔

بیعت رضوان : رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے آنے کی خبر سن کر قریش گھبرا گئے ۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو یہ پیغام دے کر قریش کی طرف بھیجا کہ ہم جنگ کرنے نہیں عمرہ کرنے آئے ہیں ۔ہمارا راستہ نہ روکو۔قریش مکہ نے کہا ہم نے پیغام سن لیا لیکن ہم آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے ۔قریش مکہ کے کچھ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کو بتا رہے تھے کہ وہ آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے تو دوسری طرف یہ خبر اُڑائی گئی کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے ۔یہ خبر صحابہؓ پر بجلی بن کر گری اور آگ کی طرح پھیل گئی ۔رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا اور قریش مکہ کے خلاف جہاد کی بیعت لی ۔اسی دوران مکہ کے تین معتبر آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس

حاضر ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر کی تردید کی اور بتایا کہ حضرت عثمانؓ زندہ سلامت ہیں اور جلد ہی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کردیے جائیں گے۔ یہ سن کر مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا ہوا تو اکابرین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دس سالہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے طے کرلیا۔

صلح حدیبیہ:

۱) قریش نے کہا اس سال آپ ﷺ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔

۲) دس سال تک جنگ وجدل موقوف رہے گا کوئی کسی کو نہ ستائے گا۔

۳) مسلمان آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں تو اپنے ساتھ نیزے اور تیر نہ لائیں، صرف تلواروں کی اجازت ہوگی وہ بھی میانوں کے اندر۔

۴) مکہ میں صرف تین دن کا قیام ہوگا اس کے بعد فوراً واپسی ہوگی۔

۵) اس دوران جو مسلمان قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہ کریں گے لیکن قریش کا جو آدمی مسلمانوں کے پاس آئے گا اسے واپس کریں گے۔

اگرچہ اس صلح نامہ کی شرائط خصوصی طور پر آخری شرط نے صحابہؓ کو بہت برہم کیا جسکی وجہ سے ان کے دلوں میں تنگی پیدا ہونے لگی۔ وہ نبی کریم ﷺ سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ شرط بھی آپ منظور کرلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ کیا ہمارے لیے جنت اور ان کے لیے جہنم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی تو پھر کیوں ہم ذلت قبول کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، ہرگز اس کے حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ خاموش ہو گئے اور صلح حدیبیہ طے پا گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ قربانی کے جانور ذبح کریں اور سروں کے بال منڈوا کر احرام کھول دیں۔صحابہؓ نے ایسا ہی کیا اور واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی۔آپ ﷺ نے صحابہؓ کو پڑھ کر سنائی اور فرمایا یہی فتح مبین ہے۔صحابہؓ نے سب باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔

فتح مکہ :

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کو تقویت ملی قریش مکہ میں پھوٹ پڑ گئی۔قریش کے بہت سے لوگوں کے دلوں میں صلح حدیبیہ کے دوران آنحضرت ﷺ سے ملاقات اور اختلاط کی وجہ سے ایمان راسخ ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔دعوت اسلام کے لیے راستے کھل گئے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔اسی دوران 7ہجری کو خیبر فتح ہوا۔مسلمانوں کو بڑی تعداد میں مال غنیمت ہاتھ آیا جس سے مسلمانوں کی مادی قوت مستحکم ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ حدیبیہ کے معاہدے کے بیس اکیس ماہ ہی گزرے کہ قریش مکہ نے خود ہی اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا۔اس وقت تک مسلمانوں کی عسکری اور معاشی قوت کافی مستحکم ہو چکی تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سورۃ فتح کے مطابق مکہ کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں قریش مکہ کو خبر لگی تو گھبرا گئے،ابو سفیان کو عذر معذرت کر کے تجدید معاہدے پر آمادہ کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا لیکن آپ ﷺ نے قبول نہ کیا۔بالآخر دس ہزار جانثاروں پر مشتمل حزب اللہ کے لشکر کو لیکر آپ ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔قریش آپ ﷺ کی عسکری طاقت سے اتنے مغلوب اور مرغوب ہوئے کہ لڑائی کی نوبت نہ آئی کچھ رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ سیاست نے جنگ نہ ہونے کا انتظام کر دیا آپ ﷺ نے مکہ میں یہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔اس طرح سب لوگوں کو

اپنی اپنی فکر پڑی تو قتل و قتال کی نوبت نہ آئی اور بڑی سہولت کے ساتھ اللہ کی طرف سے فتح مبین کا مژدہ ظاہر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب فاتح بن کر اپنے صحابہؓ کے جھرمٹ میں مکہ میں داخل ہوئے تو نہ کوئی شادیانے بجائے گئے اور نہ ہی مفتوح قوم پر نعرے بازی کی گئی اور نہ ہی کسی کو برا بھلا کہا گیا بلکہ رسول اللہ کی انکساری اور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کا سر جھکا ہوا تھا تلوار میان میں اور زبان پر اللہ کی تسبیح و تحلیل جاری تھی۔ آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کا رخ فرمایا، مسجد حرام میں داخل ہوئے، طواف بیت اللہ فرمایا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی جس سے تین سو ساٹھ میں سے ایک ایک بت کو مار گراتے اور فرماتے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل ہی ہمیشہ شکست اٹھانے والا ہے۔ پھر کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھی لوٹ کر جب باہر تشریف لائے تو قریش صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے قریش! تمہارے خیال میں، میں تم سے کیا سلوک کروں گا۔ سب پکار اٹھے اچھا سلوک کرنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت تم سے وہی سلوک کروں گا جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ جاؤ آج تم سب آزاد ہو تم پر کوئی الزام نہیں اور کوئی ملامت نہیں۔ اس طرح تاریخ اسلام کا بلکہ تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ بغیر کسی خون خرابہ کے اختتام پزیر ہوا۔ مسلمانوں کی طاقت کو استحکام ملا اور اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیلنے لگا۔

لاکھوں درود لاکھوں سلام حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ پر۔

روزہ کی اہمیت

(حافظ محمد یٰسین)

روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے تیسرا رکن ہے۔ روزے کے لیے قرآن مجید میں ''صوم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اپنے آپ کو روکنے کے ہیں۔ اسلام میں روزے سے مراد اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہر قسم کی نفسانی خواہشات، کھانا پینا، جھوٹ بولنا، چوری اور بے ایمانی جیسے دیگر کاموں سے اپنے آپ کو باز رکھنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ جس میں لوگوں کے لیے ہدایت اور کھلی نشانیاں ہیں اور حق و باطل کو الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اس میں روزے رکھے۔ تو جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں یہ تعداد پوری کرے اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ تا کہ تم تعداد پوری کرلو اور تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور تا کہ تم شکر کرو۔

ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے۔ قرآن حکیم کے مطابق روزہ تمام آسمانی شریعتوں میں فرض رہا ہے اور ہر امت کے نظام عبادت میں اسکو ایک لازمی جزو کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے ہوگزرے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے متعلق میری امت کو پانچ خصوصی انعامات سے نوازا گیا ہے جو پہلی امتوں کو نہیں ملے۔

۱) روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲) روزہ دار کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳) روزہ دار کے لیے جنت ہر روز سجائی جاتی ہے۔

۴) اس ماہ مبارک میں سرکش شیطان قید کر دیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے، غیر رمضان میں جن کی طرف وہ پہنچ سکتے ہیں۔

۵) رمضان المبارک کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت، شب قدر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم کی آزادی ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے پہلے ایک دن خطبہ کے لیے کھڑے ہوگئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو، رمضان تمہارے قریب آگیا ہے تم عبادت کے لیے مستعد ہو جاؤ اور اچھے کپڑے پہنو اس مہینے کی عظمت کرو بے شک اس کی

حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام حرمت والی چیزوں سے بڑی ہے۔ حضرت سلمان فارسی ﷜ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا ''اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اسکی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اسکو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔ اور روزہ دار کے اجرو ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے گا۔ اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا۔ جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اس مبارک ماہ کا ابتدائی حصہ رحمت اور درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام یا خادم کے کام میں تخفیف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ خاص دروازہ ہے جسکو "باب الریان" کہا جاتا ہے۔ اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا۔ان کے سوا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔اس دن پکارا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ بندے جواللہ کے لیے روزے رکھا کرتے تھے اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھایا کرتے تھے۔وہ اس پکار پر چل پڑیں گے،ان کے سوا کسی اور کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔جب وہ روزہ دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے،اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

روزہ ایک ایسی پرخلوص عبادت ہے جس کے ثواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہوتا ہے مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔

(حدیث قدسی)

اسلامی تہذیب کا ارتقاء

(ڈاکٹر شمس الحق)

اسلامی تہذیب مذاہب دنیا کی آخری تہذیب ہے اس میں تمام مذاہب کی خوبیاں جمع کر دی گئیں ہیں۔ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب گزرے ان کی ابتداء انسان کی فطرت کے مطابق ہی تھی، مگر اُن کے پیروکار اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کی خاطر حالات کے مطابق اس میں ملاوٹ کرتے رہے۔

اکثر لوگ اسلام کی ابتداء حضور اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں۔ اسلامی تہذیب وہی تہذیب ہے، جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک ہر پیغمبر نے تبلیغ و اشاعت کی اور مقصد زندگی قرار دیا مگر بعد میں ان کے پیروکاروں نے اسلامی تہذیب کو مسخ کر ڈالا۔

اسلام کے معنی ہیں اطاعت خداوندی کا عقیدہ اور عمل۔ اسلام جن چیزوں کے ماننے کا مطالبہ کرتا ہے ان میں اہم ترین تین ہیں۔

1- توحید 2- رسالت 3- عقیدہ آخرت پر ایمان

توحید سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو ایک غیر مرئی طاقت تسلیم کرے یہ عقیدہ رکھے کہ اس کے سوا کوئی عبادت اور اطاعت کا حقدار نہیں۔

رسالت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان انبیاء یا پیغمبروں کو تسلیم کرنا، جن کے ذریعے اللہ نے اپنا پیغام ہم تک پہنچایا ہے ان تمام رسولوں میں سے آخری رسول حضور اکرم ﷺ کو تسلیم کرنا۔ عقیدہ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ زندگی کے خاتمے کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اطاعت خداوندی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے یعنی پانچ وقت کی نماز ، ماہ رمضان کے روزے، سالانہ اپنے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا۔ زندگی میں ایک دفعہ حج کی

سعادت حاصل کرنا اگر استطاعت ہو اور اسلام کے نفاذ کی خاطر اگر ضرورت پڑے تو فی سبیل اللہ جہاد کا فریضہ ادا کرنا بھی اسلام کے احکامات میں شامل ہے۔ اسلام کے نظریۂ حیات کی تجدید عرب کے خطہ میں حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ آپ سوچیں گے کہ اس خطہ کو تمام دنیا میں کیوں منتخب کیا گیا اس کی وجوہات پر اگر غور کیا جائے تو خطۂ عرب کی اہمیت چند وجوہات سے مبنی ہے عرب کا خطہ یورپ اور ایشیاء بلکہ تمام ممالک کے درمیان میں واقع ہے جیسے جسم انسان میں قلب کا مقام ہے۔ جس سے جسم کا ہر حصہ کنٹرول کیا جاسکتا ہے تو عرب کا خطہ بھی جغرافیائی لحاظ سے تمام زمین کا درمیانی حصہ بنتا ہے اس خطہ کی اگر اصلاح ہو جائے تو تمام دنیا کی اصلاح بڑی آسانی سے ہو جائے گی۔ یعنی جیسے تندرست دل سے تمام جسم کا تندرست رہنا اور بیمار دل کی وجہ سے تمام جسم کا بیمار ہو جانا ضروری ہے اسی طرح عرب کے خطہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت باقی دنیا کی نسبت بہت زیادہ تھی سب سے پہلے اسی خطہ کی اصلاح کی ضرورت تھی۔

جزیرۃ العرب بنیادی طور پر مشرک نظریات کا مجموعہ بنا ہوا تھا اگر چہ بعض مقامات پر موحد بھی تھے، مگر معاشرہ میں صاحب اقتدار اور اثر ورسوخ والے لوگ زیادہ تر مشرکانہ عقائد کے پیروکار تھے۔ عرب کئی قسم کے بت بنا کر بڑی بڑی قسموں کی مشرکانہ رسومات پر سبقت حاصل کر چکے تھے۔ ملائکہ پرستی، جنات پرستی، ستارہ پرستی، لات ومنات کے بڑے بڑے بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا تھا۔ خانہ کعبہ کے اندر بھی تقریباً تین سو ساٹھ بت بنوا کر رکھ چھوڑے تھے۔

عربوں کی خوبیوں مثلاً شجاعت، مہمان نوازی، سادگی، جفاکشی، اور قادر الکلامی کی طرح ان کی اوہام پرستی میں جواب نہ تھا اس حد تک کہ اگر کسی کے ہزار اونٹ ہو جاتے تو نظر بد سے بچنے کی خاطر اپنے ہی ایک اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے۔ قحط کے زمانہ میں اپنی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری یا بھیڑ کی دم کے ساتھ گھاس پھوس باندھ کر اسے آگ لگا دیتے۔ اگر خدانخواستہ کہیں سفر میں راستہ بھول جاتے تو اپنے کپڑے اتار کر الٹا کر کے پہن لیتے۔

ان کاایک عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی لات وعزا کوگالی وغیرہ بدکلامی سے پیش آتا تو اس کوجذام اور برص کی بیماری لگ جاتی، بچوں کونظر بد سے بچانے کی خاطر بچہ کے گلے میں لومڑی یا بلی کا دانت باندھ کرلٹکا دیتے۔

عربوں میں اگر اخلاق حسنہ کی فراوانی تھی تو دوسری طرف بداخلاقی بھی اپنے عروج پر تھی۔جنگجو مزاج ان کی فطرت میں رچا بسا ہوا تھا۔تعصب کی وجہ سے سالہا سال تک لڑائیوں میں مبتلا رہتے۔شراب خوری کے رسیا تھے، ہر گھر میکدہ بنا ہوا تھا اسی بداخلاقی اور آوارگی کی وجہ سے باہم مشترکہ ایک ہی عورت کوبھی اپنے ساتھ رکھتے۔زندہ جانوروں کودرخت سے باندھ کر نشانہ بازی کی مشق کرتے تھے۔زندہ جانور کی ران کاٹ کر کھالیتے تھے بیوہ عورت کی زندگی وبال جان بنانے کیلئے کسی ایک کمرہ میں بند کر کے رکھتے اور دو بہنوں کوایک شخص کے نکاح میں لانے کو معیوب نہ سمجھتے تھے۔ایسے پراگندہ معاشرے کی اصلاح کتنا بڑا کام تھا۔اس کی اصلاح کے لئے بھی کسی معمولی شخصیت یا پروگرام کے ذریعہ انتظام کرنا ناممکن تھا جتنا اہم کام ہوتا ہے اسی کے مطابق انتظام بھی کرنا پڑتا ہے۔

عرب کے اس خطہ کے متعلق ایک مغربی مؤرخ اس طرح وضاحت کرتا ہے اس زمانہ میں ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ "قصر مشیدہ"جس کی تعمیر میں چار ہزار سال صرف ہوئے تھے منہدم ہونے کے قریب تھا۔نوعِ انسانی پھر اس بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا تھا۔ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔

تہذیب کا وہ بلند وبالا درخت جس کی سرسبز شاخیں کبھی ساری دنیا میں سایہ فگن تھیں اب وہ درخت خود لڑکھڑا رہا تھا عقیدت اور احترام کی زندگی بخش نمی اس کے تنے سے خشک ہو چکی تھی۔وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا ان حالات میں کوئی ایسا کلچر پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسانی کوایک مرتبہ پھر ایک نقطے پر جمع کردے"یہ امر موجب حیرت ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سرزمین سے اٹھا اور اس وقت اٹھا جبکہ اس کی اشد ضرورت تھی"۔

توحید، صراطِ مستقیم اور قرآن

(مولوی محمد نذیر ۔ راولپنڈی)

تمام انبیاء کرام ایک ہی پیغام اور ایک ہی دعوت لے کر آئے وہ ہے توحید کا پیغام کہ لوگو! صرف اللّٰہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودان باطل سے بچو۔ انبیائے کرام اس توحید کے فریضہ کو مسلسل سرانجام دیتے رہے۔ اس پیغام کو پہنچانے کیلئے اس قدر تکالیف برداشت کیں کہ جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ کے آخری رسول سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اس عقیدۂ توحید کا فریضہ سرانجام دیا کہ جس کے بدلے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکالیف و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپکے صحابہ کرامؓ نے بے شمار قربانیاں دیں اور تکالیف کو برداشت کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیا کو توحید خالص کے فطری تصور سے روشناس کروایا۔ بحیثیت مجموعی اُمت مسلمہ چودہ سو سال سے توحید پر قائم ہے۔

توحید ایمان کی بنیاد ہے، توحید کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ مومن اور مشرک کے درمیان حد فاصل کلمہ توحید لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ مُحَمدُ الرَّسُولُ اللّٰہ ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جہاں کچھ اعمال کو بجا لانے کا حکم دیا ہے، وہاں کچھ ایسے افعال اور عقائد کا تذکرہ بھی فرمایا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عمل بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا۔ مومن کا عقیدہ ہے کہ حق باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور جملہ کمال میں یکتا و بے مثال ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی اس کا ہم پلہ یا ہم مرتبہ نہیں۔ صرف وہی بااختیار ہے۔ اسکے کاموں میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، نہ اسے کسی قسم کی امداد کی ضرورت ہے۔ اس کی نہ اولاد ہے نہ ہی وہ کسی سے

پیدا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی پہچان اس کی وحدانیت کا اقرار ہے۔

ہم نظریاتی لحاظ سے مسلمان ہیں لیکن گفت وشنید سے پتہ چلتا ہے اور ماحول سے پتہ چلتا ہے کہ ہم مسلمان ہو کر کس رستے پر چل نکلے ہیں۔اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کھو رہے ہیں۔ اُسکی ایک خاص وجہ ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہوتا جارہا ہے۔ایمان جتنا کمزور ہوگا، اتنا عمل کمزور ہوگا ایمان کو ذکر کے ذریعے مضبوط کرنا چاہیے،جب ایمان بڑھے گا، عمل میں ہم پختہ تر ہو جائیں گے ۔ایمان وہ جنس نہیں ہے جو ملے دکان فلسفہ سے عاقل کو یہ ملتا ہے قرآن کے پاروں میں توحید کے راستے پر یعنی صراط مستقیم پر بغیر نقشے اور گائیڈ کے انسان کبھی بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا ۔یہ بات آپکو ایک مثال کے ذریعے بیان کرتا ہوں ۔اندھیری رات میں کوئی بھی انسان ناواقفیت کی بنا پر روشنی کے بغیر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔اسی طرح اس دنیا میں بھی جہالت کا اندھیرا ہے اس مادّی دنیا میں تو انسان گاڑی کی روشنی ۔ٹارچ کی روشنی یعنی خود ساختہ روشنی کے سہاروں کی مدد سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے ۔لیکن اللہ کے قرب ولقاء اور مقام رضا تک پہنچنے کیلئے خودساختہ سب طریقے ناکام ہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس مقدس کلام کو بھی پڑھنے کیلئے پوری انسانیت کو حکم دیا ہے اور شیطان سے اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم بھی دیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:''اور جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگا کرو شیطان لعین سے۔'' شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے جو کہ انسان کو گمراہ کرنے کیلئے کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ حج ہو یا عمرہ، نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا زکوٰۃ، نوافل ہوں یا دیگر فرائض، خوشی کے مواقع ہوں یا غمی کے ،سردی ہو یا گرمی ہر موقع پر اعمال میں ریاء، عجب سے خود پسندی سے اجر وثواب سے محروم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔انسان کو اہمیت والے کاموں کو چھوڑ کر غیر اہم کاموں کی ترغیب دے دیتا ہے۔ انسانوں میں باہمی غلط فہمیاں ڈال کر مشتعل کرتا ہے پھر انسان بغیر کسی تحقیق کے غصہ میں اندھا ہو کر مرنے اور مارنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے معاشرے کے حالات اس وقت آپکے سامنے ہیں۔

قرآن مجید سرچشمۂ ہدایت وموعظت ہے۔یہی وہ نسخۂ کیمیاء ہے،جس نے تاریخِ انسانی کا رُخ موڑ کر قلب ورُوح کو سکون واطمینان کی زندگی بخش دی۔یہی وہ منشور رحمت وحکمت ہے،جسے عملی طور پر قبول کرنے کے بعد دُنیا کی سب سے جاہل قوم نہ صرف علم وحکمت کے عظیم وجلیل خزانوں کی مالک بن گئی۔بلکہ اخلاق و اعمال میں اور دنیا کی سیاست میں بھی تمام اقوامِ عالم کے مقابلے میں ایک امتیازی مقام پر فائز ہوگئی۔قرآن مجید کی ہر سورۃ اور ہر آیت پر غور وفکر کرنے سے دل حکمت ودانش کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے دین و دنیا سنور جاتی ہے۔آج بھی اگر قوم مسلم صمیم قلب کے ساتھ قرآنی،احکام وہدایات کو عملی طور پر اپنا لے تو اقوام عالم کی قیادت وامامت کے منصبِ جلیل پر فائز ہوسکتی ہے۔

ہم نماز میں صراطِ مستقیم پر چلنے کیلئے ہدایت اللہ سے مانگتے ہیں بلکہ سوال کرتے ہیں اور اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو صراط مستقیم پر چلنے کیلئے صرف ایک شرط کیساتھ ایک ایسا ہدایت نامہ جاری کیا ہے جو کہ رسالت مآب ﷺ کے زمانے سے لیکر آج تک نافذ العمل ہے اور قیامت تک نافذ العمل رہےگا۔قرآن پاک پر ہم عمل نہیں کرتے۔ایک صالح انسان اس نور ہدایت کی خوشبو محسوس تو کرتا ہے،لطف اندوز تو ہورہا ہے لیکن اسکے اندر جو حکمت کے موتی اور جواہرات ہیں انکو حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔قرآن پاک اللہ کا کلام اور کتاب ہدایت ہے۔ہم اسے مقدس بھی مانتے ہیں احترام بھی کرتے ہیں۔عام کتابوں کی طرح ایک ادبی کتاب نہ سمجھیں۔اسے ہم اپنی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اسوہ رسول ﷺ کی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسوہ رسول ﷺ کی نظر کیا ہے۔جب اللہ کے رسول ﷺ پر چوری کے بارے میں احکامات نازل ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو اللہ کی اطاعت کی اہمیت بتانے کیلئے اپنی پیاری بیٹی کے ہاتھ کاٹنے تک کا ارشاد فرمادیا کہ حضرت فاطمہؓ کبھی اس جرم میں آجائے تو میں اُسکے بھی ہاتھ کاٹ دونگا۔یہ ہے اللہ کے قرآن کی اہمیت اور اللہ کی کبریائی۔

توحید،صراط مستقیم اورقرآن ،ان تینوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہےتوحید ہماری منزل ہےصراط مستقیم ہماراراستہ ہےقرآن ہماری روشنی ہے۔توحیدکی منزل پانے کیلئےقرآن پاک کی روشنی کے بغیر صراطِ مستقیم پر کسی صورت میں بھی نہیں چلا جاسکتا کیونکہ توحیدایک سفر ہے جس پر ہم نے24 گھنٹے چلنا ہےصراطِ مستقیم ہماراتقویٰ ہے۔انکےعلاوہ اگرکوئی اورچیز رائی کے دانے کے برابر دل میں ہےتو منافقت میں مزیداضافہ ہوگا۔اللہ کی محبت:دل میں:اللہ کےرسول کی محبت: دل میں:تقویٰ:دل میں:ان مندرجہ بالا تین چیزوں کےعلاوہ اگراورکسی پر یہ عقیدہ ہوکہ فلاں فلاں بھی حاجت رواا ورمشکل کشا ہےتووہ شرک ہےجسکے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ شرک انسان کے اندر ایسے داخل ہوجاتا ہے کہ جیسے کالی رات میں ،کالے پہاڑ پہ کالی چیونٹی نظر نہیں آتی ۔اس سے بچنے کیلئے ہم سب توحیدی بھائیوں کوقرآن پاک کےساتھ زیادہ سے زیادہ لگاؤ اوراسی کے متعلق تذکرے کرنے چاہئیں تاکہ ہماری اورعوام کی اصلاح ہوتی رہے ۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارے علم کی ضرورت نہیں ہےہمیں اللہ کی محبت پانے کیلئے دیوانوں کی طرح پاگلوں کی طرح اللہ کےقرآن کاعلم حاصل کرنا ہوگا کیوں؟

(1)قرآن پاک اللہ کا کلام ہےانسانیت کی ہدایت ہے۔(2)ایک آئینہ ہے(3)قرآن پاک ایک خوردبین ہے ۔(4) قرآن پاک ایک دوربین ہے(5)قرآن پاک نہ بجھنے والا چراغ ہے۔(6) قرآن پاک ایک ایسا کیمرہ ہے جوکہ اندر کی تصویر انسان کو دکھلاتا ہے ۔ (7) قرآن پاک حلال اورحرام کیلئے کانٹے دارتار کا کام کرتا ہے ۔(8) قرآن پاک انسان کےنفس کا محافظ ہے ۔(9) قرآن پاک انسان کو اپنے دشمن سے آگاہ کرتا ہے ۔ (10)قرآن پاک انسان کےاعمال کی حفاظت کرتا ہے۔(11) قرآن پاک ہی ہرانسان کی عزت نفس کا ضامن ہے۔(12) قرآن پاک سمجھے بغیرتقویٰ کی منزل مل ہی نہیں سکتی جس میں انسا ن کی کامیابی کا راز ہےتقویٰ ہی کے ذریعے ہدایت اورکامیابی کی منزل ہے ۔

تقویٰ اختیار نہ کرنے سے انسان شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے جس سے معاشرے میں برائی کا راستہ کھل جاتا ہے اس لئے جب ہر طرف شیطان ہونگے تو شیطان کی طغیانی ہوگی، شیطان بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو جنات میں سے ہوتے ہیں اور ایک انسان میں سے ہوتے ہیں لیکن انسان زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جن سے پورے پورے خاندان اور نسلیں ختم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اللہ نے اپنی لاریب کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کیلئے تقویٰ کی شرط سے آگاہ کیا ہے اور انسان کو عقل کی دولت سے نواز کر خود مختیار پیدا کیا ہے۔

عقل تقویٰ کی محتاج ہے اور تقویٰ کی بنیاد اللہ کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہی اسلام کی بنیاد ہے۔ اب جس شخص کا اسلام مکمل ہوگا اس کی محبت اللہ سے کامل ہوگی جس شخص کا اسلام ناقص ہوگا اُسکی محبت بھی ناقص ہوگی۔ اس حقیقت کو پا کر سلسلہ توحیدیہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے عوام کی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کی تھیں۔

(1) تعمیر ملت (2) چراغ راہ (3) طریقت توحیدیہ (4) حقیقت وحدت الوجود۔ اب ان ہی کتابوں کی روشنی میں عوام کی اصلاح کیلئے ایک مجلّہ فلاح آدمیت کے نام سے ماہانہ جاری کر دیا ہے جسکو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے اندر کیا کیا ہیرے جواہرات ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ قرآن پاک کی محبت (یعنی پڑھنے کا شوق) اور خزانوں کا پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کتب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

منظم رہیے!

(مردولا اگروال) (ترجمہ: ایقہ شکیل)

کامیابی کا یہ اصول ہے کہ آپ اپنی زندگی میں نظم وضبط قائم کریں۔ اپنے قول کا احترام کریں۔ جب آپ کسی سے یا پھر اپنے آپ سے کوئی وعدہ کرتے ہیں تو آپ ایک ڈسپلن میں آجاتے ہیں۔ اپنی اصلاح اگر خود کی جائے تو زیادہ آسان ہے کیونکہ اگر کوئی اور یہ کام کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے کئی سوال پوچھے۔ کوئی بھی کامیابی نظم وضبط کے بغیر بے معنی ہے۔ ''اگر آپ اپنے آپ پر قابو نہیں پاسکتے تو آپ دوسروں پر بھی قابو نہیں پاسکیں گے''۔

اپنی ذات کی تعمیر کیلئے ہمیں نظم وضبط کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی ذات کو بہتر طور پر جانتے ہیں اس لئے آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے اندر کس چیز کی کمی ہے اور کیا کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی زندگی کو بہتر طور پر نظم وضبط میں لاسکتے ہیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ کون سی چیز آپ کے نزدیک زیادہ اہم ہے۔ ذات کی اصلاح کرنے سے آپ ہمیشہ اپنے قابو اور ضبط میں رہتے ہیں جو کامیابی کے حصول کیلئے ضروری ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں نظم وضبط کو شامل نہیں کرتے تو ہم کبھی بھی اپنی منزلوں کو پانے کے قابل نہیں ہوسکتے۔

زندگی میں نظم وضبط نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی راہ میں خود ہی رکاوٹیں پیدا کرلیتے ہیں اور پھر ان سے لڑتے رہتے ہیں اور اس وجہ سے وہ کامیابی کو ایک خواب بنالیتے ہیں جس کو پانا انہیں ناممکن لگتا ہے۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اور اگر وہ وقت پر نہ کیا جائے تو اس میں نقصان ہم خود اُٹھاتے ہیں۔ اسی لئے نظم وضبط کی وجہ سے ہم اپنی زندگی کو ایک خاص ترتیب میں لے آتے ہیں۔ اگر ہم اپنے کاموں کو ترتیب نہیں دیتے تو ہم کوئی ایک بھی کام ٹھیک وقت پر

نہیں کر پائیں گے۔غیر منظم ہونا صرف ایک علامت ہے، بیماری نہیں۔ ہر روز ہم ایسے لوگوں سے ملتے ہیں جو یہ کہتے ہیں ان کی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں نظم وضبط قائم نہیں کر پاتے۔وہ یہ نہیں جانتے کہ اصل میں وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کب کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ انہیں زندگی میں کیا حاصل کرنا چاہیے اور وہ اپنی ذات سے کیا اُمید رکھتے ہیں،ان کی خواہش کیا ہے۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شائد ان کا وقت برا چل رہا ہے یا پھر ان کی اس حالت کی وجہ حالات ہیں یا پھر ان کی بے ترتیب ذات۔

میں چاہتے ہوئے بھی اپنی زندگی میں نظم وضبط قائم نہیں کر پا رہی تھی۔ میں اپنے کام کو اکثر بوجھ سمجھتی اور اس سے بھاگنے کے بہانے تلاش کرتی۔ایسا اس لئے ہوتا ہے جب آپ وہ کام کر رہے ہوتے ہیں جو کہ حقیقت میں نہیں کرنا چاہتے۔آپ کا کام آپ کی اندرونی ذات کے خلاف ہو تب ایسا ہوتا ہے اور یہی اس مسئلے کی اصل جڑ ہے۔

آپ ایک منفرد شخصیت ہیں، جسے زندگی میں ایک مخصوص مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ اپنے اس مقصد کو ڈھونڈیئے جس کیلئے آپ کو بنایا گیا ہے۔اپنا مقصد واضح ہو جانے کے بعد آپ پر فرض ہو جاتا ہے کہ آپ اس مقصد کو پانے کیلئے عمل شروع کر دیں۔جن لوگوں نے کامیابیاں حاصل کیں وہ اپنے کام سے محبت کرتے تھے اور محبت کرنے سے کوئی انسان نہیں تھکتا۔ان کا کام ہی ان کی زندگی ہوتا ہے۔

جب آپ اپنا اور اپنے فرائض منصبی کا احترام کرتے ہیں تب آپ کی توجہ بھی اس کی طرف رہتی ہے۔نظم وضبط کے ذریعے ہی ہم وہ پالیتے ہیں جو اصل میں پانا چاہتے ہیں۔کوئی بھی شخص آپ کو تب تک کسی کام کیلئے مجبور نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ خود نہ چاہیں۔

''ایسا کہا جاتا ہے کہ اگر آپ دوسروں سے محبت چاہتے ہیں تو پہلے محبت بانٹیں۔''

اپنی ذات (نفس) پر عبور، ضبط اور کنٹرول حاصل کریں، اس سے آپ کی خوداعتمادی میں اضافہ ہوگا جو کہ آپ کو نظم وضبط کی طرف لے جائے گی۔ منظم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی محرومیوں اور خوف پر قابو پائیں اور جو حاصل کرنا چاہتے ہیں حاصل کرلیں۔

اپنی ذات میں نظم وضبط لانے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہیے۔ جو کام ہمارے ذمہ ہے، اسے صرف ہم ہی پورا کر سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جن بچوں کو ابتدائی زندگی میں ہی نظم وضبط کے اصول سمجھا دیئے جائیں تو ان کی آئندہ زندگی میں بھی کام آتے ہیں اور اس طرح انہیں اپنا مقصد پانے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ یاد رکھیں کہ منزلوں کا تعین کرتے وقت یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ مقصد آپ کی اندرونی ذات سے مطابقت رکھتا ہو۔

اپنی زندگی کی ذمہ داری خود قبول کیجئے:

لفظ Responsibility جو کہ Response اور ability سے مل کر بنا ہے۔ یعنی ردِّعمل کی اہلیت کہ ہم اپنے اردگرد کے ماحول پر کس طرح ردِّعمل کا اظہار کرتے ہیں؟

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو کسان تھے۔ دونوں کے پاس فصلیں تھیں، جب ان فصلوں کو پانی دینے کا وقت آیا تو اس وقت پانی کی کمی تھی۔ اور مون سون بھی ابھی دور تھی۔ دونوں کسان بہت پریشان ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر بارش کیلئے دُعا مانگنے لگے، لیکن بارش نہ ہوئی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایک کسان نے زمین کھودنی شروع کر دی اور اپنے بیٹوں کو بھی اس کام پر لگا دیا۔ وہ ہر روز صبح سے لیکر سورج غروب ہونے تک زمین کھودتے، دوسری طرف دوسرا کسان اور اس کے بیٹے دُعائیں مانگنے میں مصروف تھے۔

جلد ہی پہلا کسان کنواں بنانے میں کامیاب ہوگیا اور فصلوں کو پانی دینے لگا اور

اس سال اس کی فصل بھی بہت اچھی ہوئی۔جبکہ دوسرا صرف دُعا ہی کرتا رہا اوراس کی فصل تباہ ہوگئی۔

یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ پہلا کسان خوش قسمت تھا یا پھراس نے اپنی قسمت خود بنائی؟

کیا اللہ تعالٰی آپ کی مدد کرسکتا ہے اگر آپ اپنی مدد خود نہیں کرتے؟

ہمیشہ یاد رکھیں! آپ کی زندگی صرف آپ کی ہے اور آپ اس میں خاص کھلاڑی ہیں۔آپ اپنی زندگی کے ہیرو ہیں اور کوئی بھی آپ کو آپ کی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔

آپ ہمیشہ اپنی ذاتی رائے استعمال کریں۔آپ کے مستقبل کا انحصار اس بات پر نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ زندگی میں کیا ہوتا ہے؟ بلکہ آپ کے مستقبل کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ اپنے ساتھ ہونے والے واقعہ پر کس طرح کا ردِّعمل پیش کرتے ہیں؟ اگر کوئی شخص آپ کو کچھ کرنے پر اُکسائے تو جواباً منفی یا مثبت ردِّعمل آپ ہی کا ہوگا۔

اگر آپ اپنا مستقبل بہتر بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے حال کو بدلنا ہوگا۔مثبت سوچیں۔زندگی اس سے کہیں بہتر انداز میں بسر ہوسکتی ہے جیسی آپ گزار رہے ہیں۔کوئی اور نہیں بلکہ صرف ہم خود اپنی موجودہ حالت کو بدل سکتے ہیں۔آپ اپنی زندگی کے خود مالک ہیں،آپ اپنی زندگی خود کنٹرول کرسکتے ہیں۔آپ کا ماضی جیسا بھی گزرا ہو،مگر آپ کا آج آپ کے اختیار میں ہے۔اور آپ اسے تبدیل کرسکتے ہیں۔

آپ اپنے ماضی کو تبدیل نہیں کرسکتے،لیکن آپ کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے اور اپنے آنے والے کل کو اپنی پسند میں ڈھال سکتے ہیں۔یہ اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ لگتا ہے۔اس کو کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو ماضی میں تصور کریں جہاں آپ مشکل حالات میں گھرے ہوئے ہیں اور سوچیں کہ آپ ان حالات کو بہتر بنانے کیلئے کیا کرسکتے تھے؟ اس طرح کرنے سے آپ کے ذہن میں اس مشکل کو حل کرنے کے بہت سے طریقے آسکتے ہیں۔

گناہ کے مذموم اثرات

(امام ابن قیم الجوزیؒ مترجم: محمد اسمٰعیل گودھروی)

گناہ کے بے شمار اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گنہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے، نیکی نورِ الٰہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب میں القاء فرماتا ہے، گناہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت امام مالکؒ سے درس لینے لگے تو ان کی ذہانت وفطانت اور فہم وبصیرت کی بے پناہ کثرت وفراوانی نے امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں نور القاء فرما دیا ہے، کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔ ایک موقع پر حضرت امام شافعیؒ نے یہ شعر کہے:

ترجمہ: "امام وکیع کے سامنے میں نے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ اور فرمایا: سمجھ لو کہ علم اللہ تعالی کا فضل وانعام ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا۔"

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے جیسا کہ مروی ہے:

"بندہ اپنے ارتکاب گناہ سے روزی ورزق سے محروم ہو جاتا ہے" (مسند احمد بن حنبل)

تقویٰ اور پرہیزگاری کھینچ لاتے ہیں اور انحراف واعراض فقر وافلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کیلئے ترک گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک خطرناک نامانوسیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی ساری لذتیں بھی گنہگار کو میسر آ جائیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ کوئی لذت وسرور اسے مسرور نہیں کر سکتی، لیکن یہ حقیقت اللہ کا وہی بندہ سمجھ سکتا ہے جس کا دل زندہ ہو اور جس کا قلب بیدار ہو۔

مردے کوتو کوئی سا بھی زخم لگایا جائے ،اسے تکلیف نہیں پہنچتی ۔پس اگر اس وحشت سے بچنے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کیلئے گناہوں کا ترک کرنا ہی مفید ہے تو صاحبِ عقل و بصیرت گناہوں سے بچنے کیلئے صرف یہی ایک سبب کافی سمجھ لے ۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی قلبی وحشت کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہوتو گناہ ترک کیوں نہیں کردیتے ؟ گناہ ترک کردو گے تو اللہ تعالیٰ سے تمہیں اُنس پیدا ہوجائے گا اور تمہیں سکون واطمینان حاصل ہوگا لہٰذا سمجھ لینا چاہیے کہ پے درپے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے، اور اس سے بدتر اور خطرناک بوجھ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا ۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گناہ گار کولوگوں سے وحشت ہوجاتی ہے ۔ارباب خیرو اصلاح سے خصوصاً اسے کچھ ایسی نفرت ہوجاتی ہے کہ وہ ان سے دور بھاگتا ہے اور جس قدر یہ وحشت ترقی کرتی جاتی ہے، اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دور بھاگتا رہتا ہے ۔ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے گریز کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہوجاتا ہے ۔ اسی طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دور ہوتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب تر ہوجاتا ہے ۔اس کی وحشت اس قدر ترقی کرجاتی ہے کہ اسے اپنے بیوی بچوں، اقرباء بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے ۔چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی اللہ کی نافرمانی ہوجائے تو اس کا اثر اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ سے محسوس کرلو۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گناہ گار کے معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہوجاتی ہیں ۔جس کام کا وہ عزم وارادہ کرتا ہے، اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے، یا وہ اسے سخت دشوار پاتا ہے ۔اس کے برخلاف جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کے تمام کام آسان ہوجاتے ہیں ۔بس جو شخص تقویٰ اور پرہیز گاری کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے سارے کام مشکل اور دشوار ہوجاتے ہیں ۔

گناہوں کا ایک اثر یہ ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب میں ایک خطرناک ظلمت و تاریکی اس طرح محسوس کرتا ہے جیسے آدمی تاریک رات کی ظلمت اور تاریکی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے اور معصیت ایک تاریکی۔ معصیت جب بڑھ جاتی ہے تو گناہ گار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ شخص ہمہ قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مہلک اور خطرناک اُمور میں پھنس کر اس کی جان وبال میں پڑ جاتی ہے، اور پھر اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں رہتا۔ اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہوا اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے۔

اور پھر یہ ظلمت و تاریکی اس قدر بھاری ہوتی جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہونے لگتی ہے پھر اس کے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے۔ یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"نیکی سے چہرے پر روشنی، قلب میں نور، رزق میں فراخی، بدن میں قوت اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ گناہ سے چہرے پر سیاہی آ جاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے اور جسم میں کمزوری، روزی میں تنگی ہو جاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے"۔

گناہوں کا ایک اثر یہ ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو ظاہر ہے۔ یہ بڑھتے بڑھتے بالآخر زندگی کو ختم کر دیتی ہے۔

جسم کی کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دارومدار اس کے قلب کی قوت پر ہے۔ مومن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ فاسق فاجر کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو، لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے اور بوقت ضرورت اس کی جسمانی طاقت بے کار ثابت ہوتی ہے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان اطاعت خداوندی سے رُک جاتا ہے۔ صرف یہی ایک سزا اس کے لئے طاعت وعبادت کا راستہ بند کر دیتی ہے۔ اگر صرف یہی سزا ہوتی تو یہ بھی بندے کیلئے بہت ہی سخت تھی، مگر یہ سزا اس کیلئے اطاعت وعبادت کا دوسرا راستہ بھی بند کر دیتی ہے، پھر اس کیلئے تیسرا راستہ منقطع ہو جاتا ہے، اور بعد ازاں چوتھا، یہاں تک کہ یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندے کیلئے بہت سی طاعتوں کی راہیں بند ہوجاتی ہیں، حالانکہ اس کے حق میں ہر طاعت وعبادت دنیا و مافیہا سے بہتر، قیمتی اور موجب خیر و برکت تھی۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر وہ اس کے سبب طویل عرصے تک لذیز غذاؤں سے محروم ہوجاتا ہے جن کا لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں، اور عمر کی ساری برکتیں بندے سے چھن جاتی ہیں۔ یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے، فسق وفجور سے عمر کم ہوتی ہے جیسے روزی کم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق میں خیر و برکت عطاء کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں، جن کے ذریعے وہ رزق میں برکت وفراوانی عطاء کرتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی جناب سے گریز کرتے ہوئے معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہوجاتی ہے، جس کے فنا ہوجانے کا افسوس اسے اس دن ہوگا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا:

﴿يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾

ترجمہ: کاش! میں اپنی آخرت کی اس زندگی کیلئے پہلے سے کچھ حاصل کر چکا ہوتا! (الفجر:۸۹:۲۴)

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندے کی کئی حالتیں ہیں۔ وہ اپنی دنیوی اور اُخروی مصالح سے بے خبر یا باخبر۔ ان مصالح سے اگر بالکل بے خبر ہے تو ساری عمر رائیگاں گئی، اور بے خبر نہیں

تو پھر بھی معاصی میں گرفتار ہے، کیونکہ راہ کے عوائق ومشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کے لئے طویل ہوگئی اور خیر واصلاح کے اسباب اس کیلئے اسی قدر دشوار ہوگئے جس قدر خیر واصلاح کی اضداد اور مخالف اُمور میں اس کی مشغولیت رہی۔ بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا بڑا نقصان ہے۔

مسئلے کا حقیقی راز یہ ہے کہ انسان کی عمر حقیقتاً اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے۔ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے، اس کی محبت وذکر سے لذت اندوز ہو اور اس کی رضامندی ورضاجوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

دعائے مغفرت

قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب کی بھاوج اور بھانجی

ملتان سے بھائی خالد اختر، محمد ظفر صاحب کے بڑے بھائی محمد افضل

ملتان سے حاجی محمد رفیق صاحب کے چچازاد بھائی عبدالغفار

ملتان سے امین شاہ صاحب کی بھابھی اور خادم حسین شاہ مرحوم کی اہلیہ

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
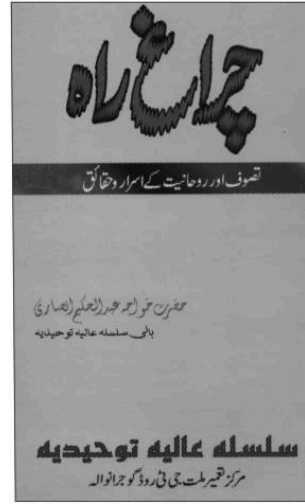
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
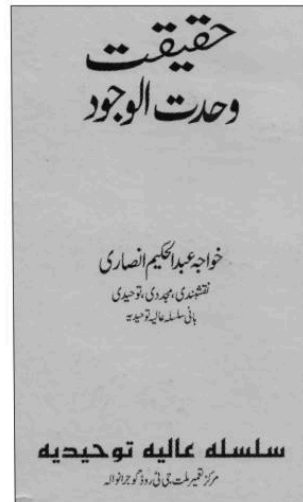
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
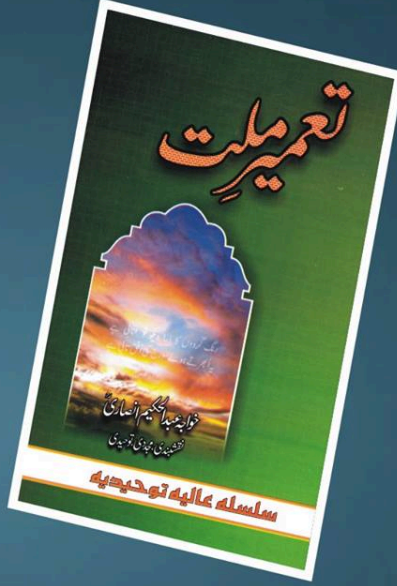
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
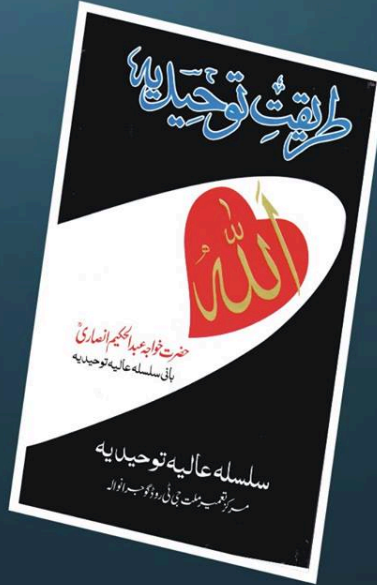
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com